Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

دو باتیں

السلام علیکم! نیلا خون حاضر ہے۔ آج تک آپ یہ سنتے آئے ہیں، فلاں شخص کا خون سفید ہے۔ یعنی وہ بہت خود غرض ہے۔ لیکن کسی کے خون کے بارے میں آپ نے یہ نہیں سنا ہوگا کہ اس کا خون نیلا ہے۔ خون تو بس سرخ ہوتا ہے۔ یا قدرے سیاہی مائل سرخ ہوتا ہے۔ مکمل طور پر سیاہ نہیں ہوتا۔ اور نہ سفید ہوتا ہے۔ وہ صرف محاورۃً ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہیں ہوتا۔ لیکن میں جس خون کی بات کر رہا ہوں۔ وہ خون حقیقت میں نیلا تھا۔ مکمل طور پر نیلا نہیں تھا۔

ناول پڑھتے ہوئے آپ ضرور پیچ پر پیچ کھائیں گے۔ اور اس طرح اپنا کھانا گول کر جائیں گے۔ اس لیے کہ پیچ پر پیچ جو کھا چکے ہوں گے۔ کھانے کی بھوک کہاں رہ جائے گی۔ چلیے اس بہانے آپ [illegible] آپ [illegible] دعائیں دیں گے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے۔ [illegible] کے چکر میں ہوں... جی نہیں... میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ [illegible] ہوں... اب آپ مسکرا رہے ہوں گے۔ [illegible] ایک آدھ مسکراہٹ کا تحفہ دے جائیں گے۔ [illegible] محسوس کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔ [illegible]

قطرات

''ہائیں! یہ... یہ کیسا قطرہ ہے۔'' فرزانہ کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''بارش کا پہلا قطرہ ہوگا۔'' فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

''حد ہوگئی... توبہ ہے تم سے... جب بولو گے چھپر پھاڑ کر بولو گے۔'' محمود جھلا اٹھا۔

''جھوٹ بالکل جھوٹ... بلکہ نیلا جھوٹ۔''

''اُف! اب جھوٹ نیلا بھی ہونے لگا... ارے بھائی... سفید جھوٹ کہتے ہیں۔''

''کہتے ہوں گے، ہمیں کیا... تم جب خود بالکل اوٹ پٹانگ جھوٹ بولو گے تو جواب بھی ایسا ہی دیا جائے گا... کیا یہاں دور دور تک کوئی چھپر ہے۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''ہاں کیوں نہیں... کم از کم ایک چھپر تو یہاں موجود ہے ہی... وہ دیکھو... وہ رہا چھپر۔''

''اوہو... ایک اور۔'' فرزانہ چلا اٹھی۔

''ایک اور کیا مطلب؟ تمہارا مطلب ہے... ایک اور پھر۔''

''نہیں... قطرہ ایک اور۔'' فرزانہ کے لہجے میں خوف تھا... وہ کچھ دور کھڑی تھی۔

''اور یہ تمہاری آواز کیوں بھیک مانگ رہی ہے۔'' محمود نے حیرت ظاہر کی۔

''ہاں واقعی... ہم اسے غریب بھی نہیں...'' فاروق نے سر ہلایا۔

''دھت تیرے کی... میں قطرے کی بات کر رہی ہوں۔''

''مطلب یہ کہ پہلے تمہیں ایک قطرہ نظر آیا... اب دوسرا... ٹھیک ہے... قطرے قطرے سے مل کر دریا بنتا ہے۔'' فاروق مسکرایا۔

''لیکن یہ قطرہ ہے کس چیز کا...'' فرزانہ کے لہجے سے پریشانی جھانک رہی تھی۔

اب تو محمود اور فاروق بھی ان قطروں کی طرف متوجہ ہو گئے... انہوں نے دیکھا... سڑک پر بالکل گول... دو قطرے چند قدم کے فاصلے پر موجود تھے... ان کے درمیان چار قدم کا فاصلہ ہوگا۔

''اس قدر نیلے رنگ کا قطرہ ضرور پینٹ کا ہوگا۔'' محمود بڑبڑایا۔

''لیکن پینٹ کا یہاں کیا کام؟''

فرزانہ اس وقت تک اکڑوں بیٹھ چکی تھی... اس نے اپنی ایک انگلی سے اس قطرے کو چھوا... نیلی چیز اس کی انگلی کو بھی لگ گئی... اب اس نے

اسے سونگھا... اور چونک کر بولی:

''نہیں... یہ پینٹ نہیں ہے... فاروق... جیب سے ایک کاغذ نکالنا۔''

''تمہیں ہو کیا گیا ہے... یہ بس قطرات ہیں اور کچھ نہیں...'' فاروق نے منہ بنایا اور جیب سے کاغذ نکالنے لگا۔

''لیکن کس چیز کے؟'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''یہ تو خیر مجھے معلوم نہیں۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

فرزانہ نے کاغذ لے لیا... اب اس نے اس نیلی چیز کو کاغذ پر لیا... وہ کاغذ پر لگ گیا... تینوں اسے غور سے دیکھتے رہے...

''یہ پینٹ تو نہیں ہے... پینٹ کی ایک مخصوص بو ہوتی ہے... نہ یہ روشنائی ہے... وہ اتنی گاڑھی نہیں ہوتی...'' فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

''تب تو پھر لے دے کر یہ خون ہے...'' محمود نے چونک کر کہا۔

''کیا کہا... خون... دیکھ نہیں رہے... یہ نیلے رنگ کی چیز ہے...'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''تو کیا ہوا... کیا خون نیلے رنگ کا نہیں ہو سکتا۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''پتا نہیں... ہو سکتا ہے یا نہیں... یہ تو اس کا تجزیہ کرانے پر پتا چلے گا... سوال تو یہ ہے کہ اس ویرانے میں یہ دو عدد نیلے قطرے آئے کہاں سے؟''

''یہ ضروری نہیں کہ یہ دو ہی قطرات ہوں... کیوں نہ ہم آگے بڑھ

Scanned by CamScanner

کر دیکھیں۔" فرزانہ نے ان دونوں کی طرف اجازت طلب نظروں سے
دیکھا۔

"ہمیں کیا معلوم... ان کا رخ کس طرف سے کس طرف ہے۔"
فاروق بھنا اٹھا۔

"ہاں یہ بھی ہے... خیر... ہم دونوں طرف دیکھ لیتے ہیں۔"
اب وہ ایک سمت میں چند قدم آگے بڑھے... کافی قدم اٹھانے
کے بعد بھی کوئی قطرہ نظر نہ آیا... تو وہ واپس پلٹے... اور اب مخالف سمت میں
چلنے لگے... اس مرتبہ چند قدم بعد ہی ایک قطرہ نظر آ گیا...

"یہ لو بھئی مبارک ہو... تیسرا قطرہ نظر آ گیا۔" محمود نے خوش ہو کر
کہا۔

"اس میں مبارک باد کی کیا بات بھلا؟" فاروق جل گیا۔

"چلو جس بات میں مبارک باد کی بات ہو... تم مجھے بتا دینا... میں
مبارک باد دے دوں گا۔" محمود مسکرایا۔

"حد ہو گئی..." فاروق بھنا اٹھا۔

"اوہ... ارے باپ رے... یہ... یہ کیا چکر ہے۔" انہوں نے
فرزانہ کی حیرت زدہ آواز سنی... وہ ان دونوں سے کئی قدم آگے تھی۔

"اب کیا نظر آ گیا..."

"چوتھا قطرہ..." اس کی آواز سنائی دی۔

"ابھی کیا ہے... یہاں تو نہ جانے کتنے قطرے نظر آئیں گے اور ان

کے پیچھے چلتے چلتے ہم نہ جانے کہاں پہنچ جائیں گے... کہیں یہ قطرے
ہمارے لیے جال تو نہیں ہیں۔" فاروق نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے..." محمود کے منہ سے نکلا۔

"اور ہم اپنی کار بھی کافی دور سڑک کے کنارے چھوڑ آئے ہیں...
ایسے میں کوئی کار لے بھاگا تو گھر پہنچنا مشکل ہو جائے گا... ہم اس وقت شہر
سے چھ کلو میٹر دور ہیں... اور اس طرف ٹریفک نہ ہونے کے برابر ہے۔" فاروق
نے روانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے... لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں... اب ان
قطرات کے بارے میں جانے بغیر تو واپس جا نہیں سکتے۔"

"میرا دل پکار پکار کر کہہ رہا ہے... یہ ہمارے خلاف کوئی جال
ہے..." فاروق نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

"لیکن ابھی تک ہمیں یہاں دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا۔" محمود نے
منہ بنایا۔

"قطرات کے رخ پر آگے چل کر چند گھر نظر آ رہے ہیں... لگتا
ہے... یہ قطرات ہمیں وہاں لے جائیں گے... اور وہاں ہمارے لیے جال تیار
ہو گا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"آج تم ہمیں جال میں پھنسوا کر رہو گی... بار بار جال کا ذکر درمیان
میں لے آتی ہو۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے... اب میں جال کی بات بھی نہیں کروں گی... بھاڑ

میں جائے جال۔" فرزانہ نے بڑی بوڑھیوں کے انداز میں کہا۔

☆☆

آج کا دن ان کے لیے عجیب تھا... ان کے اسکول کی چھٹی تھی... صبح سویرے وہ ناشتا کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی... گھنٹی کی آواز سنتے ہی فاروق کے کان کھڑے ہو گئے تھے... اور اس نے کہا تھا:

"یہ فون نہ سننا بہتر رہے گا... مجھے اس سے خوف کی بو آ رہی ہے۔"

"پہلے تمہیں خطرے کی بو آتی تھی... آج خوف کی آنے لگی..." فرزانہ نے اسے گھورا تھا۔

"میں نے کہہ دیا بس... آگے تمہاری مرضی۔"

"کچھ بھی ہو... فون تو سننا ہوگا... ویسے نمبر اجنبی ہے۔" یہ کہتے ہوئے محمود نے ریسیور اٹھا لیا... فوراً ہی دوسری طرف سے ایک عجیب سی آواز سنائی دی:

"یہ... یہ لوگ... میرا خون تبدیل کر رہے ہیں... خون کی جگہ نہ جانے کیا چیز میرے جسم میں داخل کر رہے ہیں۔ موبائل میری اندرونی جیب میں تھا... یہ اس جیب کی تلاشی نہیں لے سکے... ان کے خیال میں میں بے ہوش ہو چکا ہوں... اس لیے مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں... نہ جانے کب واپس آ جائیں... آپ مہربانی فرما کر میری مدد کریں... میں آپ لوگوں سے بہت اچھی طرح واقف ہوں... ایک دوست نے ایک مرتبہ آپ کے گھر کا فون نمبر مجھے دیا تھا... میں نے اسی وقت آپ کا نمبر ذہن نشین کر لیا تھا... اور اب میں

فون بند کر رہا ہوں... یہ جگہ شمالی سڑک پر... چھ کلومیٹر پر ہے..."

ان الفاظ کے بعد فون بند کر دیا گیا تھا... شاید فون کرنے والے نے قدموں کی آہٹ سن لی تھی... یا پھر اگر وہ انہیں چکر دے رہا تھا تو اس نے جان بوجھ کر فون بند کر دیا تھا تاکہ انہیں اس کی کہانی پر یقین آ جائے... انہوں نے یہ بات اپنے والد کو بتائی تھی... وہ اس وقت نہا کر نکلے تھے... اور آ کر ان کے سامنے ناشتے کے لیے بیٹھ گئے تھے...

انسپکٹر جمشید نے قدرے حیران ہو کر فون پر کی جانے والی بات کو سنا... آخر بولے:

"ٹھیک ہے... مجھے تو دفتر جانا ہے... تم ہو آؤ... کوئی بات ہو... یا الجھن محسوس کرو تو فون کر لینا۔" انہوں نے کہا تھا۔

وہ ناشتا کر کے اپنی کار میں گھر سے نکلے تھے... شمالی سڑک پر شہر سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر وہ کار سے اتر آئے تھے... اور جب انہوں نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا تو پہلا نیلا قطرہ نظر آیا تھا...

☆☆

"بے چارہ جال بھاڑ میں جاتے ہی چڑ مڑ ہو جائے گا۔" فاروق نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"لو... اب اسے جال سے ہمدردی ہونے لگی... ہے کوئی تک۔" فرزانہ جل گئی۔

"اور یہاں پہلے ہی کس بات میں تک محسوس ہو رہی ہے۔" فاروق

Scanned by CamScanner

نے پوچھا۔

دونوں مسکرا دیے:

''دو رہا ایک اور نکتہ... اس کا مطلب ہے... یہ قطرات ہمیں واقعی اس آبادی میں لے جا رہے ہیں... کافی پراسرار آبادی ہے... ابھی کوئی انسان نظر نہیں آیا۔'' محمود کے لہجے سے پریشانی جھانک رہی تھی۔

''کیوں نہ ابا جان سے مشورہ کر لیا جائے... اور کچھ نہیں تو انہیں بتا ہی دیں گے...''

''یہ ٹھیک رہے گا۔''

انہوں نے اپنے والد کے نمبر ملانے کی کوشش کی... لیکن ان کا فون بند تھا۔ گھر کے نمبر ملائے تو ان کی امی نے بتایا... وہ دفتر جا چکے ہیں... اب انہوں نے سب انسپکٹر اکرام کے نمبر ملائے... اس کی آواز فوراً سنائی دی:

''سب انسپکٹر اکرام بات کر رہا ہوں۔''

''اور یہ میں ہوں انکل... محمود۔''

''انکل محمود... میں کسی انکل محمود کو نہیں جانتا۔'' اکرام ہنس کر بولا۔

''انکل ہم اس وقت شمالی سڑک کے چھٹے کلو میٹر پر ہیں... یہاں ہمیں ایک عجیب صورت حال کا سامنا ہے... ہم ابا جان کو ساری بات بتانا چاہتے ہیں... ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے تھے، لیکن ان کا موبائل بند ہے... مہربانی فرما کر ان سے بات کرا دیں۔''

''بات تو میں تب کراؤں گا نا جب وہ یہاں موجود ہوں گے... وہ آج ابھی تک دفتر نہیں پہنچے...''

''اوہ... لیکن گھر سے تو وہ بالکل درست وقت پر روانہ ہوئے ہیں... اور اس حساب سے انہیں یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔''

''ہاں! صاف ظاہر ہے... یا تو انہیں راستے میں کوئی کام پیش آ گیا یا وہ جان بوجھ کر ادھر ادھر ہو گئے ہیں... کیونکہ یہ ان کی خاص عادت ہے... وہ چاہتے ہیں... تم اپنے بل بوتے پر کام کرو... ان کی انگلی پکڑ کر نہ چلو۔''

''ہاں! اس میں شک نہیں انکل... یہ ان کی خاص عادت ہے... خیر... آپ صرف یہ نوٹ کر لیں کہ ہم نے شمالی سڑک کے چھٹے کلو میٹر پر اپنی کار سڑک کے کنارے کھڑی کی ہے... اور بائیں طرف ایک خاموش سی آبادی ہے... اس کی طرف بڑھ رہے ہیں...''

''لیکن کیوں... یہاں تم لوگوں کا کیا کام؟''

''ایک پراسرار فون سن کر ہمیں اس طرف آنا پڑا... اور ایسا ہم نے ابا جان کے مشورہ سے کیا ہے۔''

''تب تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''ہم پریشان نہیں ہیں انکل... بس سسپنس میں مبتلا ہیں... آپ بھی سن ہی لیں۔''

یہ کہہ کر محمود نے اسے تفصیل سنا دی... چند سیکنڈ تک وہ سوچتے رہے... آخر انہوں نے کہا:

"میرے خیال میں تو یہ تم لوگوں کے خلاف کوئی جال ہے۔ اب مشکل یہ ہے کہ اس جال میں آئے بغیر کام بھی نہیں چلے گا... شاید یہی دیکھنے کے لیے انسپکٹر صاحب چھپ گئے ہیں۔"

"ہاں! یہی کہا جا سکتا ہے... اچھا خیر... اب صورت حال آپ کو بھی معلوم ہے... لہٰذا ہم اللہ کا نام لے کر آگے بڑھ رہے ہیں... جو ہوگا، دیکھا جائے گا... اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔"

فون بند کر کے وہ ایک بار پھر نیلے رنگ کے قطرات کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے... قطرے ایک جیسے فاصلے پر مل رہے تھے... یعنی انہیں ہر دو منٹ پورے ہو جانے پر نیلے قطرات نظر آتے چلے گئے... اس طرح آخر کار یہ قطرات انہیں بستی کے نزدیک لے آئے۔ انہوں نے دیکھا... وہ کل سات گھر تھے... ساتوں گھروں کے دروازے بند نظر آئے... نہ کوئی آواز سنائی دے رہی تھی... نہ زندگی کے آثار۔

انہوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر چند قدم اور آگے بڑھے... یہاں تک کہ ان میں سے پہلے مکان کے دروازے پر پہنچ گئے... محمود نے اللہ کا نام لیا اور دروازے پر دستک دے ڈالی:

☆☆☆

پیلے چہرے

جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دی... آخر دروازہ کھلا... ان کے سامنے ایک عجیب و غریب حلیے کا آدمی کھڑا تھا... اسے دیکھ کر انہیں عجیب سا احساس ہونے لگا، لیکن وہ اس احساس کو سمجھ نہ سکے... اس کی آنکھیں بالکل زرد تھیں... جیسے کسی کو یرقان ہو جائے... سر کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے... ہاتھ گندے اور ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے مدتوں سے نہ ہاتھ دھوئے ہوں اور نہ بال کٹوائے ہوں...

"جی فرمائیے۔" انہیں خاموش پا کر اس نے کہا۔

"ہمیں ایک فون موصول ہوا تھا... ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔"

"جی کیا کہا آپ نے، آپ کا تعلق پولیس سے ہے... آپ تو ابھی بچے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں! پولیس میں ہم بچوں کی ضرورت پیش آجاتی ہے... آپ نے تو ہمیں فون نہیں کیا تھا؟"

"میں تو آپ کو جانتا تک نہیں... فون کیوں کرتا..."

"آپ کے ساتھ والے گھر میں کون رہتا ہے۔"

"میرا بڑا بھائی۔" وہ مسکرایا تو اس کے پیلے دانت دیکھ کر انہیں گھن سی آنے لگی... شاید اس نے کبھی برش نہیں کیا تھا... ساتھ ہی انہیں بہت بری بو بھی محسوس ہوئی۔

"اوہو اچھا... مہربانی کر کے ان سے بھی پوچھ لیں۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں... وہ میرا بھائی ہے... اگر وہ فون کرتا تو پہلے ہم سب کو بتاتا۔"

"خیر! ہم اگلے گھر سے پوچھ لیتے ہیں۔"

"کوئی فائدہ نہیں... وہ ہمارا تیسرا بھائی ہے۔"

"تو کیا... ان ساتوں گھروں میں سات بھائی رہتے ہیں۔"

"ہاں! آپ نے درست اندازہ لگایا۔" وہ پھر مسکرایا، لیکن اس بار اس کی مسکراہٹ بہت عجیب سی تھی... اس میں طنز بھی تھا اور وحشت بھی۔

"تب تو ہمیں ان ساتوں گھروں کی تلاشی لینا ہوگی... ویسے کیا آپ بتا سکتے ہیں... اس سیڑھی میں وقفے وقفے سے پائے جانے والے نیلے قطرے کس چیز کے ہیں۔"

"نیلے قطرے... آپ کون سے قطروں کی بات کر رہے ہیں..." اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہم جب اس طرف آ رہے تھے تو راستے میں ہم نے گول گول نیلے

رنگ کے چمک دار قطرے دیکھے... اگر ان کا رنگ نیلا نہ ہوتا تو ہم فوراً کہہ اٹھتے... یہ خون کے قطرے ہیں..."

"مجھے ان قطروں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

"ہوں! تلاشی کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"آپ شوق سے تلاشی لے لیں... چاہے آپ کا تعلق پولیس سے ہے یا نہیں ہے... آپ تلاشی لے لیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں... بلکہ میں اپنے بھائیوں کو بھی کہہ دیتا ہوں... وہ بھی خوشی سے تلاشی دیں گے..." اس نے خوش دلی سے کہا۔

"آپ بہت اچھے آدمی ہیں... پہلے آپ اپنے گھر کی تلاشی لینے دیں... پھر ہمیں اگلے گھر تک لے چلیے گا... ویسے کیا آپ بتا سکتے ہیں... آپ کا رنگ اس قدر زرد کیوں ہے۔"

"مجھے یرقان ہو گیا تھا... اس وقت کے بعد سے میری رنگت ایسی ہے۔"

"اوہ اچھا... ایک بات اور بتا دیں... آپ اس ویرانے میں کیوں رہتے ہیں۔"

"ہم ساتوں بھائیوں کو ویرانہ پسند ہے... شہر کے جھمیلے ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتے... ہم صرف سکون کو پسند کرتے ہیں۔"

"اوہ اچھا... پردہ کرا لیں۔"

"میری بیگم پردہ نہیں کرتی... آپ بلا تکلف اندر آ جائیں۔"

Scanned by CamScanner

تینوں اندر داخل ہوئے... صحن میں ایک میز بچھی تھی... اس کے دونوں طرف دو کرسیاں تھیں... ان میں سے ایک پر ایک زرد رنگ والی عورت بیٹھی تھی... یہ دیکھ کر انہیں بہت حیرت ہوئی...

"کیا یہ بھی یرقان کی مریضہ ہیں۔"

"ہاں! ایسی بات ہے... ہمارا مکان تین کمروں کا ہے... آپ ان میں سے دو کمرے دیکھ لیں... تیسرا کمرہ دیکھنے کی ہم آپ کو اجازت نہیں دے سکتے۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟" محمود نے اسے گھورا۔

"یہ بات یہ ہوئی کہ اس کمرے میں ہمارے ایک مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"مہمان کو ہم کچھ نہیں کہیں گے... ہم تو بس کمرے کی تلاشی لیں گے... ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ اس جگہ سے ہمیں کسی نامعلوم آدمی نے فون کیا تھا... اس نے ایک بہت عجیب سی بات ہمیں بتائی تھی... اسی لیے ہمیں یہاں آنا پڑا... اگر آپ یا آپ کے بھائی تلاشی دینے کے معاملے میں کوئی ذرا سی بھی رکاوٹ ڈالیں گے... تو ہم یہاں پولیس کو بلا لیں گے۔"

"اچھا! یہ بات ہے..." اس نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں! ایسی بات ہے... آپ بات کریں... تلاشی دے رہے ہیں یا نہیں۔"

"اس کمرے کی تو ہرگز نہیں دوں گا..."

"اس صورت حال میں یہاں پولیس آئے گی۔"

"آجائے... کوئی پروا نہیں۔"

"اچھی بات ہے... محمود نے منہ بنایا اور اکرام کے نمبر ڈائل کرنے لگا... جلد ہی اکرام کی آواز سنائی دی:

"ہاں محمود... کیا معاملہ ہے؟"

"کیا ابا جان دفتر پہنچ چکے ہیں۔"

"ابھی تک تو نہیں آئے..."

"اور انہوں نے کوئی فون بھی نہیں کیا۔"

"ان کا کوئی فون بھی موصول نہیں ہوا۔"

"اچھا ٹھیک ہے... آپ چند باوردی ماتحت شمالی سڑک کے چھٹے کلو میٹر کے فاصلے پر بھیج دیں۔"

"شمالی سڑک کے چھٹے میل پر... کیا مطلب... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" اکرام نے مارے حیرت کے کہا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی......؟" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"محمود... ایک بار پھر اپنی بات دہراؤ۔" اکرام کا لہجہ عجیب سا تھا... محمود کو بہت حیرت ہوئی۔

"آپ نے کیا کہا انکل... میں اپنی بات کو پھر دہراؤں... لیجیے میں تفصیل سے بتائے دیتا ہوں... شمالی سڑک کے چھٹے کلو میٹر سے ہمیں ایک

Scanned by CamScanner

نامعلوم آدمی کا فون موصول ہوا تھا... اس نے بتایا کہ کچھ نامعلوم لوگوں نے
اسے پکڑ لیا ہے... اور وہ اس کا خون تبدیل کر رہے ہیں... انہوں نے میری
اندرونی جیب کی تلاشی نہیں لی... اس لیے وہ اس کا موبائل نہیں دیکھ سکے... اب
وہ اسے بے ہوش خیال کر کے کمرے سے باہر چلے گئے ہیں... لہٰذا مجھے فون
کرنے کا موقع مل گیا ہے... یہ ہے اس آدمی کا بیان... لہٰذا ہم نے لاجان سے
بات کی تو انہوں نے ہمیں ادھر بھیج دیا... اور خود وہ ادھر چلے گئے تھے... لیکن اب
آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ اس طرف نہیں آئے... خیر... ان سے فون پر رابطہ
کرنے کی کوشش کریں گے... فی الحال تو مسئلہ یہ ہے کہ یہاں سات گھر موجود
ہیں... ہمیں ان ساتوں گھروں کی تلاشی لینی ہے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ کیوں؟"

"اس شخص کے فون کی وجہ سے... آخر اس نے یہ کیوں کہا تھا کہ وہ
جس جگہ سے فون کر رہا ہے... وہاں کچھ لوگ اسے پکڑ کر لائے ہیں اور اب اس
کا خون تبدیل کر رہے ہیں... اور انکل ان گھروں کے پاس سے ہمیں نیلے خون
کے قطرات بھی ملے ہیں۔"

"کیا کہا... نیلے خون کے قطرات... کیا بات کر رہے ہو محمود...
خون کا رنگ نیلا تو ہوتا ہی نہیں... ہاں سیاہی مائل سرخ ہو سکتا ہے..."

"ہمیں جو فون موصول ہوا تھا، میں اس کے مطابق بات کر رہا
ہوں... اور ہم اسی سلسلے میں یہاں آئے ہیں... لہٰذا اب آپ فوراً اس طرف کا
رخ کریں... کیونکہ یہ لوگ تلاشی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں... مجبوری صورت

حال میں آپ کو یہاں بتادوں گا۔"

"اس سے پہلے تم میری بات سن لو... ابھی ابھی ایک کار والا ایک
شخص کو تھانے میں لے کر آیا تھا... کار والے نے بتایا کہ وہ سڑک کے کنارے
بے ہوش پڑا تھا... وہ اسے اپنی کار میں ڈال کر نزدیکی تھانے تک لے آیا...
تھانے کے انچارج نے اس کا نام پتا وغیرہ سب نوٹ کر لیا ہے... اس نے بتایا
ہے کہ یہ شخص شمالی سڑک کے چھٹے میل کے پاس پڑا تھا۔"

"کیا!!" اس مرتبہ چلانے کی باری ان کی تھی۔

"ہاں جناب! اسی لیے تو میں حیران ہوا تھا۔"

"اور وہ اب کہاں ہے۔"

"تھانے سے اسے سول ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔"

"تب پھر یہ وہی شخص ہوگا... جس نے ہمیں فون کیا تھا... انکل ہم
سول ہسپتال پہنچ رہے ہیں... آپ بھی وہیں آجائیں..."

"اوہو... تم اتنی جلدی بھول گئے... تم یہاں کسی گھر کی تلاشی لے
رہے تھے۔"

"اوہ ہاں! اس کام کو بھی درمیان میں نہیں چھوڑا جا سکتا ہے... اور
ہسپتال جا کر اس سے ملنا بھی ضروری ہے... ان حالات میں انکل آپ اپنے
کچھ ماتحت... میرا مطلب ہے، باوردی ماتحت ادھر بھیج دیں... اور خود ہسپتال
چلے جائیں... اور موبائل پر رابطہ رکھیے گا۔"

"اچھی بات ہے... انتظار کرو۔"

پھر آدھ گھنٹے بعد اس کے ماتحت وہاں پہنچ گئے... اس وقت تک انہیں اس گھر سے باہر اپنی کار میں بیٹھنا پڑا تھا... کیونکہ گھر کا مالک انہیں اندر بٹھانے پر تیار نہیں تھا... اسے یہ بھی یقین نہیں آیا تھا کہ ان کا تعلق پولیس سے ہے... اب جب اس نے وردی والے پولیس مین وہاں دیکھے تب اسے یقین آیا۔

"آپ اپنی بیوی کو لے کر ایک طرف ہو جائیں... آپ دونوں کی تلاشی پہلے لی جائے گی... فرزانہ تم ان کی بیوی کی تلاشی لو... ہم ان کی تلاشی لیتے ہیں... اندر جو مہمان ہے تم اسے بھی دیکھ لو۔"

"ٹھیک ہے۔" مہمان سویا ہوا تھا... اس کی تلاشی اسی حالت میں لی گئی۔

ایسا ہی کیا گیا... دونوں کی تلاشی لینے پر کچھ نہ ملا... ایک کانسٹیبل کو ان کے نزدیک چھوڑ کر انہوں نے تمام کمروں کی تلاشی لی... چھت کو بھی غور سے دیکھا گیا... لیکن کوئی ایسی ویسی چیز نہ ملی... آخر وہ باہر نکل آئے...

اب وہ دوسرے گھر کے دروازے پر پہنچے... پہلے نے خود آگے بڑھ کر دستک دی... اندر سے کہا گیا:

"کون؟"

"خاطر کمال... تمہارا بھائی۔"

"آؤ خاطر بھائی... بہت دنوں بعد آئے... ایسی بھی کیا بے مروتی۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا... خاطر کمال سے بالکل ملتی جلتی شکل والا ایک شخص ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"یہ ہے میرا بھائی... ناصر کمال۔"

"خاطر کمال تم نے ٹھیک کہا... لیکن یہ کون لوگ ہیں۔" ناصر کمال بولا۔

"یہ تمہارے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"میرے گھر کی تلاشی... کیوں... میں نے کیا کیا ہے۔"

"تلاشی تو انہوں نے میرے گھر کی بھی لی ہے، لہٰذا تم بھی دے دو۔"

"تم کہتے ہو تو دے دیتا ہوں تلاشی... ورنہ۔" اس کا انداز دھمکی آمیز تھا۔ محمود کو اس پر غصہ آ گیا... وہ تیز آواز میں بولا۔

"ورنہ کیا؟"

"ورنہ میں ہرگز تلاشی نہ دیتا... آخر ہم نے کیا کیا ہے۔"

"یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں۔"

"خیر خیر... آپ لوگ تلاشی لے لیں۔"

انہوں نے دیکھا، ناصر کمال بھی بالکل اپنے بھائی خاطر کمال جیسا نظر آ رہا تھا۔ گویا دونوں کی صورتیں ایک جیسی تھیں اور بیلا پن یہاں بھی موجود تھا... انہوں نے اس گھر کی بھی تلاشی لی... اس گھر میں بھی ناصر کمال کی بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا... گویا یہاں بھی دو میاں بیوی رہتے تھے۔ تلاشی

Scanned by CamScanner

لینے پر انہیں کچھ نہ ملا... وہ باہر نکل آئے۔ اس گھر سے چند قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ فرزانہ بول اٹھی:

"اوہو... کمال ہے... حیرت ہے۔"

ان کی نظریں فرزانہ کی طرف اٹھ گئیں... وہ بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے... کیونکہ انہیں دور دور تک حیرت کی کوئی بات نظر نہیں آئی تھی۔

☆☆☆

غریب آدمی

"ہم دور دور تک دیکھ چکے ہیں فرزانہ... لیکن ہمیں تو کوئی حیرت کی بات نظر نہیں آئی۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اس بات کا تعلق دیکھنے سے نہیں، محسوس کرنے سے ہے۔" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اوہو اچھا... کیا محسوس کیا تم نے۔"

"دیکھو... پولیس خاطر کمال کے دروازے پر آئی... پولیس کی گاڑی سائرن بجاتی ہوئی یہاں تک آئی تھی... پھر پولیس نے ہمارے ساتھ خاطر کمال کے گھر کی تلاشی لی... لیکن اس دوران ناصر کمال اپنے گھر سے نکلا تک نہیں... جب کہ وہ گھر میں ہی تھا... اور ہماری پہلی دستک پر ہی باہر آ گیا تھا... کیا یہ بات عجیب نہیں۔" فرزانہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"ہاں عجیب تو یقیناً ہے... لیکن غریب نہیں... بہر حال ہم یہ بات براہ راست ناصر کمال صاحب ہی سے کیوں نہ پوچھ لیں۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک ہے..." فاروق بولا... ساتھ ہی تینوں ناصر کمال کی طرف

مڑے... وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ چکا تھا...

"بیٹے جناب..." محمود نے گویا ہانک لگائی۔

"جی سنائیے۔" وہ چونک کر ان کی طرف مڑا۔

"آپ گھر میں موجود تھے... پولیس کی گاڑی آئی تھی... اس کا سائرن بج رہا تھا... آپ کے بھائی کے گھر کی پولیس نے تلاشی لی، لیکن آپ باہر تک نہیں نکلے... اپنے بھائی سے یہ تک نہیں پوچھا... کیا معاملہ ہے... اور یہ کہ تمہیں مدد کی ضرورت تو نہیں۔"

سوال سن کر اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... پھر اس نے مسکرا کر کہا:

"میں سویا ہوا تھا... پتا ہی نہیں چلا۔"

"آپ کی بیوی بھی سوئی ہوئی تھیں؟" محمود نے پوچھا۔

"ہاں! وہ بھی سوئی ہوئی تھیں۔"

"جب تو پھر باقی بھائی اور ان کی بیویاں بھی سوئی ہوئی ہوں گی۔"

"ضرور ایسا ہی ہوگا۔"

"شکریہ! ہمیں یہی معلوم کرنا تھا... آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

جب وہ گھر کے اندر چلا گیا تو فرزانہ نے کہا:

"میرے خیال میں باقی پانچ گھروں کی تلاشی لینے میں وقت ضائع ہوگا اور فائدہ کوئی نہیں ہوگا... اس سے یہ کہیں بہتر ہے... ہم ہسپتال جا کر

صاحب سے مل لیں جسے یہاں سے پہلے تھانے پہنچایا گیا... پھر ہسپتال کیوں ہم اس طرف اس کا فون سن کر ہی آئے ہیں۔"

"ہوں! بات ٹھیک ہے... یہاں پھر آ کر کام شروع کر دیں گے۔"

وہ گاڑی میں بیٹھے اور ہسپتال پہنچ گئے... پولیس اسٹیشن پہنچ کر وارڈ نمبر کے بارے میں انہوں نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا... مریض کے کمرے تک پہنچنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی...

جونہی اس نے انہیں دیکھا... اٹھ کر بیٹھ گیا... اس کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی...

"آپ محمود، فاروق اور فرزانہ ہی ہیں نا۔"

"جی ہاں! تو آپ ہی نے ہمیں فون کیا تھا۔"

"یہی بات ہے... اللہ کا شکر ہے... آپ نے فوراً اس طرف توجہ دی۔"

"لیکن معاملہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا... ہم آپ کی تلاش میں وہاں گئے... آپ یہاں ہیں..."

"جب میں نے آپ کو فون کیا تھا، اس وقت میں وہیں ... پھر میں نے وہاں سے نکلنے کی کی اور سڑک کے کنارے پہنچ گیا، لیکن وہاں پہنچتے ہی بے ہوش ہو گیا۔"

"اچھا خیر... معاملہ کیا ہے... یہ آپ نے کیا کہا تھا کہ آپ کا خون تبدیل کیا جا رہا ہے... ایسا کام ہسپتال کے آلات کے بغیر کس طرح ممکن ہے

بھلا... اور وہ لوگ ایسا کیوں کرنا چاہتے تھے۔"

"مجھے نہیں معلوم... میں تو اس طرف سے گزر رہا تھا کہ میرے سامنے
ایک وزنی سا کپڑا گرا اور مجھے چاروں طرف سے دبوچ لیا گیا... منہ پر ہاتھ رکھ
دیا گیا... پھر مجھے اٹھا کر کچھ دور تک لے جایا گیا... زیادہ وقت نہیں لگا کہ
... جب انہوں نے میرے اوپر سے وہ وزنی کپڑا ہٹایا تو اس وقت میں نے
انہیں دیکھا... وہ چھ تھے... اور سات وہاں موجود تھیں... مجھے ایک بستر پر لٹا
گیا تھا... اس بستر کے آس پاس ڈاکٹری آلات نصب تھے... دوسرے بستر
ایک اور شخص لیٹا ہوا تھا... اس کے بازو پر بھی سرنج لگی ہوئی تھی... اور میرے
بازو پر بھی اور درمیان والی شیشے کی نلکی سے خون میری طرف سے اس کی طرف
جا رہا تھا... تاہم میرے دوسرے بازو پر بھی سرنج تھی... اس سرنج کے ذریعے
میرے جسم میں نیلے رنگ کا کوئی سیال داخل ہو رہا تھا... مجھے اس طرح باندھا
تھا کہ حرکت تک نہیں کرسکتا تھا... یہ سارا منظر دیکھ کر میری سٹی گم ہو گئی..." یہاں
تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"اگر آپ کو انہوں نے اس طرح باندھا ہوا تھا تو پھر آپ فرار ہونے
میں کس طرح کامیاب ہو گئے...؟"

"خون تبدیل کرنے کا یہ عمل تین گھنٹے جاری رہا... پھر انہوں نے
سرنجیں نکال دیں... اور دوائی سنگھا دی... وہ مجھے بے ہوش کرنا چاہتے تھے
لیکن میں نے سانس روک لیا اور آنکھیں اس طرح بند کرلیں جیسے میں بے ہوش
ہو گیا ہوں... اس کے بعد وہ کمرے سے نکل گئے... اور اس وقت مجھے

کرنے کا وقت مل گیا۔"

"اور وہ دوسرا آدمی... جسے خون دیا گیا تھا؟"

"اسے وہ اٹھا کر لے گئے تھے... اٹھا کر لے جانے کے لیے اسٹریچر
استعمال کی گئی تھی... جاتے ہوئے انہوں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کردیا
تھا..."

"ہوں! آپ ہیں کون... کیا کرتے ہیں... کہاں رہتے
ہیں؟" محمود نے جلدی جلدی پوچھا۔

"میرا نام سرتاج منیر ہے... میں ایک غریب آدمی ہوں... میرا پتا
ہے... 113 سراج کالونی..."

"کیا کام کرتے ہیں۔"

"بجلی مرمت کا کام کرتا ہوں... ایک چھوٹی سی دکان گھر کے پاس
ہی گلی میں نے بنا رکھی ہے، لوگ بجلی کا کام کرانے کے لیے مجھے بلا لیتے
ہیں..."

"ہوں! اچھا... آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں۔"

"انتہائی کمزوری... یوں لگتا ہے... جیسے میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا
چاہوں تو کھڑا نہیں ہو سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے... آپ آرام کریں... ہم پہلے ڈاکٹر صاحب سے
بات کرتے ہیں۔"

اب انہوں نے اس ڈاکٹر سے ملاقات کی... جس کے زیر

Scanned by CamScanner

علاج سرتاج منیر تھا... انھوں نے پہلے اپنا تعارف ڈاکٹر سے کرایا... پھر

پوچھا:

"آپ کا نام؟"

"ڈاکٹر اویس بخاری۔"

"اس مریض کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں... کیا اس کا

نکالا گیا ہے۔"

"یہ میری زندگی کا عجیب ترین کیس ہے۔" ڈاکٹر اویس نے

کا جواب شاید پھر بھی نہ دیا جا سکے... ویسے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس نیلے خون پر تجربات کیے جائیں۔"

"جی ہاں! اس کی ضرورت ہے... خیر... اس سلسلے میں ہم کوشش کرتے ہیں۔"

"آپ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ صاحب سے بات کرلیں... اگر وہ اس کام پر خون کے ماہرین کا ایک بورڈ لگا دیں تو شاید ہم کچھ معلوم کرسکیں۔"

"اچھی بات ہے... یہ ایک غریب آدمی ہے... مہربانی فرما کر اس کا

Scanned by CamScanner

ہو۔"

"ہم پھر ان سات گھروں کی طرف جا رہے ہیں... سر تاج میر نے بتایا کہ اس کا فون تبدیل کرنے والے سات تھے... سات ہی ان کے ساتھ عورتیں تھیں... سات گھروں میں سات بیمار بچے رہتے ہیں... دوسری عجیب ترین بات یہ کہ ان کے رنگ پیلے ہیں... سب کے سب یرقان کے مریض لگتے ہیں... اگر یہ کام انہوں نے کیا ہے تو اس سے ان کا مقصد کیا ہے... سوال تو یہ ہے۔"

"ٹھیک بات ہے... تم وہاں ضرور جاؤ... لیکن بہتر رہے گا کہ اپنے انکل کرام کو ساتھ لے لو۔"

"کیوں پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان؟" محمود نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"اگر وہ جانا چاہیں تو ضرور ساتھ لے لو... ورنہ نہیں۔"

"ٹھیک ہے... پہلے ہم انہیں تفصیل بتائیں گے... اس کے بعد اگر انہوں نے ساتھ چلنا پسند کیا تو لے جائیں گے۔"

"اور کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت بھی نہیں... مجھ سے رابطہ رکھنا۔"

"جی اچھا... لیکن اگر وہ مل گیا تو؟" محمود نے پوچھا۔

"کیا مل گیا؟" انسپکٹر جمشید بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی خطرہ... اور کیا... آپ نے کہا ہے نا... خطرہ مول لینے کی

ضرورت نہیں..."

"دھت تیرے کی۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا اور فون بند کر دیا۔

وہ مسکرا کر رہ گئے... اب محمود نے پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر ان کی حیرت زدہ آواز سنائی دی:

"ہائیں محمود... حیرت ہے۔"

"اب یہ بھی بتا دیں کہ کس بات پر حیرت ہے۔"

"اس بات پر کہ میں تم لوگوں کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا... اور مجھے رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ تم لوگوں کا فون آنے والا ہے... لہٰذا میرا خیال درست نکلا۔"

"سوال تو یہ ہے انکل کہ یہ خیال بے چارہ رہ رہ کر کیوں آ رہا تھا... ایک ہی بار کیوں نہ آیا۔"

"خیال سے پوچھ کر بتاؤں گا... پہلے تم بتاؤ... کیا معاملہ ہے... یہ لگتا ہے... تم نے مجھے بلانے کے لیے فون کیا ہے۔"

"اگر آپ کسی وجہ سے نہ آنا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"اعتراض سے بے شک نہیں ہوگا... لیکن تمہیں رنج ہوگا... کیا خیال ہے۔"

"یہ تو ہے انکل۔"

"بس تو پھر میں آ رہا ہوں... یہ بتاؤ... آنا کہاں ہے۔"

"گھر آ جائیں... میں انکل خان رحمان کو بھی فون کر رہا ہوں۔"

Scanned by CamScanner

"کوئی ضرورت نہیں... وہ میرے پاس ہی موجود ہیں... اور سر ہلا رہے ہیں... مطلب یہ کہ اشارے میں کہہ رہے ہیں... وہ بھی تیار ہیں۔"

"لیکن آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ مسئلہ کیا ہے۔"

"وہیں آ کر پوچھ لیں گے..."

"بہتر ہوگا کہ آپ پہلے ہی فون پر پوچھ لیں..."

"اگر یہ ضروری ہے تو پوچھو..." انہوں نے جلدی سے کہا۔

محمود انہیں شروع سے ساری بات بتانے لگا... پھر جونہی وہ نیلے خون والی بات پر پہنچا... دوسری طرف سے چلا اٹھے

"کیا... یہ تم کیا کہہ رہے ہو محمود..."

☆☆☆

حویلی

محمود کو حیرت زدہ دیکھ کر فاروق اور فرزانہ کے چہروں پر بھی حیرت دوڑ گئی...

"کیا ہوا فاروق؟"

"پروفیسر انکل نیلے خون والی بات سن کر حیرت زدہ رہ گئے ہیں۔"

"اوہ... اوہ... اس کا مطلب ہے... انہیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے۔" فرزانہ نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

ادھر پروفیسر داؤد نے محمود سے کہا:

"گھر پر ہی ٹھہرو محمود... ہم آ رہے ہیں..." ان کی آواز میں تھرتھراہٹ تھی... یہ بات محسوس کرتے ہی محمود اور پریشان ہو گیا... ادھر پروفیسر داؤد فون بند کر چکے تھے۔

"انہوں نے کہا ہے... ہمارا انتظار کرو... اور یہیں ٹھہرو۔"

"اس کا مطلب ہے... یہ ضرور کوئی خاص معاملہ ہے... اور ہو سکتا ہے... خطرناک بھی ہو۔ ورنہ وہ ہمیں اس طرح خبردار نہ کرتے۔"

Scanned by CamScanner

"خیر... اب ان کے آنے پر ہی معلوم ہو سکے گا... کہ معاملہ کیا ہے۔"

پھر پندرہ منٹ گزر گئے... تجربہ گاہ سے ان کے گھر تک کا راستہ بیس پچیس منٹ کا تھا... لیکن ظاہر ہے... اس وقت انہیں تیز ڈرائیونگ کر کے آنا تھا... اور ان کے اندازے کے مطابق پندرہ منٹ تک پہنچ جانا تھا... تاہم انہوں نے خیال کر لیا کہ راستے میں ٹریفک کا مسئلہ پیش آ سکتا ہے... پھر بیس منٹ گزرنے پر تو وہ پریشان ہو گئے... محمود نے ان کے موبائل کے نمبر ملائے... فون بند تھا...

تینوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا... اور جونہی پچیس منٹ ہوئے... وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے... محمود نے فوراً اپنے والد کے نمبر ملائے... سلسلہ ملتے ہی اس نے جلدی جلدی ان دونوں کے بارے میں بتایا... اس کے خاموش ہونے پر وہ بولے:

"تم نے ایک حیرت انگیز خبر سنائی ہے محمود... اب مجھے میدان میں کودنا پڑ رہا ہے... اگرچہ میں بہت مصروف ہوں... بہرحال تم وہیں ٹھہرو... میں آ رہا ہوں۔"

"جی بہتر!" محمود نے فکرمند ہو کر کہا۔

پندرہ منٹ بعد انسپکٹر جمشید گھر پہنچ گئے... اور ان سے بولے:

"آؤ چلیں... ہمیں ان ساتوں گھروں کی تلاشی لینا ہے... اس وقت تک ان گھروں کو گھیرے میں لیا جا چکا ہے۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے... اس وقت تک وہ کئی بار خان رحمان اور

پروفیسر داؤد کے نمبر ملا کر دیکھ چکے تھے... لیکن ان کے فون بدستور بند تھے... آخر وہ اپنی گاڑی میں شمالی سڑک کی طرف روانہ ہوئے... چھٹے کلومیٹر پر پہنچ کر محمود نے انہیں موڑنے کا اشارہ کیا... انسپکٹر جمشید نے کار سڑک سے اتاری اور ان سات گھروں کی طرف بڑھے... دور سے انہیں سات گھر جوں کے توں نظر آئے... کوئی ہلچل نظر نہ آئی... نزدیک پہنچ کر وہ نیچے اترے اور پہلے دروازے کی طرف بڑھے... محمود نے دستک دی تو دروازہ کھل گیا۔

"ارے! یہ کیا... دروازہ تو کھلا ہے..."

"کوئی بات نہیں... پھر بھی دستک دو۔" وہ بولے۔

محمود نے دروازہ کھٹکھٹایا... لیکن اندر کسی ہل جل کے آثار نظر نہ آئے:

"میرا خیال ہے، اندر کوئی نہیں ہے... بلکہ شاید ساتوں گھروں میں کوئی نہیں ہے... یہ لوگ جا چکے ہیں... تم نے غلطی کی۔ یہاں کم از کم ایک کو رہنا چاہیے تھا۔"

"افسوس!" ان کے منہ سے نکلا۔

"پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو بھی غائب کر دیا گیا ہے... پروفیسر صاحب اس سلسلے میں کوئی بہت اہم بات جانتے ہیں... انہیں اس لیے غائب کیا گیا ہے... یہ لوگ اس لیے غائب ہو گئے ہیں کہ ہم ان سے ساری بات اگلوا لیں گے... اور یہ سارا چکر اس لیے چلا کہ ان سے احتیاط نہ ہو سکی۔ سرتاج منیر کو فون کرنے کا موقع مل گیا... اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ ہمیں فون کرنے کے

Scanned by CamScanner

ساتھ ہی یہاں سے نکل کر سڑک کی طرف خود گیا ہو... اور وہاں جا کر بے ہوش
ہو گیا... ہاں ضرور ایسا ہی ہوا ہے... ورنہ یہ لوگ کیوں اسے سڑک پر ڈالتے
...جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور پولیس کو
بھی پتا چل گیا ہے... تو انہوں نے فرار ہونے کی کی... یہ ہے کل کہانی۔"

"یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ کل کہانی ہے... لیکن... اس کل کہانی نے ہمیں
اور زیادہ الجھا دیا ہے... پروفیسر انکل اس سلسلے میں کیا جانتے ہیں... وہ ہمیں کیا
بتانا چاہتے تھے... اور ہم ان لوگوں سے کیا معلوم کر سکتے تھے کہ وہ فرار ہو
گئے... آخر ان لوگوں کا پروگرام کیا ہے... ان کے چہرے زرد کیوں ہیں... ان
تمام سوالات کے جوابات ابھی معلوم نہیں۔"

"تب پھر ہم ان گھروں کی تلاشی لے سکتے ہیں... شاید کوئی سراغ
مل جائے اور اس کے ذریعے ہم ان تک پہنچ سکیں... اس صورت میں ہم خود ہی ان
سے پوچھ لیں گے... کہ سب چکر کیا ہے۔"

"ہوں... ٹھیک ہے... آؤ۔"

اب وہ سب سے پہلے شاکر کمال کے گھر میں داخل ہوئے...
انہوں نے بغور پورے گھر کا جائزہ لیا... کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس سے انہیں
کوئی مدد مل سکتی... آخر مایوس ہو کر وہ دوسرے گھر میں داخل ہوئے... یہ گھر
ناصر کمال کا تھا... یہاں بھی انہیں کوئی خاص چیز نہ ملی... آخر وہ ظاہر کمال کے
گھر میں داخل ہوئے... اس گھر میں وہ پہلی بار آئے تھے... لہٰذا اس پر
انہوں نے خاص توجہ دی... یہ دو کمروں کا مکان تھا... پہلے دو گھر بھی دو دو کمروں

کے تھے... اس کے بھی دو ہی کمرے تھے...

اس طرح انہوں نے باری باری ساتوں مکان دیکھ ڈالے...
انہیں کوئی خاص چیز نہ ملی... آخر وہ ناکام ہو کر باہر نکل آئے... اس وقت
فاروق نے کہا:

"یہ ساتوں مکان ایک ہی طرز کے بنے ہوئے ہیں... برابر فاصلے پر
بنائے گئے ہیں... اور نئے نہیں ہیں جب کہ یہ لوگ نئے تھے... اس کا مطلب
ہے... یہ لوگ ان مکانوں کے مالک نہیں تھے انہوں نے ضرور ان کو کرائے پر لیا
ہوگا... اس کا مطلب ہے... ان ساتوں کا مالک یہاں آس پاس کہیں رہتا
ہے... کیوں نہ ہم اس کا پتا چلا لیں... اس طرح ان کے بارے میں کچھ معلوم
ہو سکتا ہے۔"

انہوں نے تائید میں سر ہلا دیے...

"فاروق... تم ذرا کسی درخت پر چڑھ کر چاروں طرف ایک نظر
ڈال لو... آس پاس کوئی آبادی ہے یا نہیں۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور ایک درخت کی طرف لپکا... جلد ہی وہ
کافی بلندی پر نظر آیا اور پھر اس نے کہا... جنگل کی اسی سمت میں... یعنی ہم
سڑک سے ان سات مکانات کی طرف آئے ہیں تو اسی سیدھ میں آگے بڑھتے
چلے جائیں تو ایک آبادی تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"بہت خوب فاروق... نیچے آ جاؤ... تا کہ ہم اس طرف بڑھ سکیں۔"
فاروق نے کافی بلندی سے چھلانگ لگا دی... اب وہ اس

طرف چل دیے... راستہ بالکل صاف تھا... انہیں بستی تک پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی... سب سے پہلا گھر جو ان کے راستے میں آیا، محمود نے اسی کے دروازے پر دستک دے ڈالی... جلد ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی نے دروازہ کھولا... ان پر ایک حیرت بھری نظر ڈالی... پھر فوراً ہی بولا:

"جی... فرمائیے؟"

"یہاں سے کچھ فاصلے پر سات عدد مکانات ہیں... وہ کن صاحب کے ہیں... کیا آپ بتا سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! کیوں نہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے سرد آہ بھری، پھر بولا: "وہ مجھ بدنصیب کے مکان ہیں... کسی وقت میں نے زمین خرید کر بنوائے تھے... اس وقت یہ خبر گرم تھی کہ اس طرف سے ریلوے لائن گزاری جائے گی... اور یہاں اسٹیشن بنایا جائے گا... بس اس خبر کی بنیاد پر میں نے یہ جگہ خریدی... اور مکان تعمیر کرا لیے... خیال تھا کہ میں بہت زیادہ منافعے پر ان مکانات کو فروخت کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا... لیکن ایسا نہیں ہو سکا... کیونکہ ریلوے لائن نہیں بچھی۔" اس کا لہجہ دکھ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اب آپ یہ کرائے پر دیتے ہیں۔"

"ہاں! اور کیا کروں..."

"آج کل یہ کرائے پر چڑھے ہوئے ہیں؟"

"جی ہاں بالکل چڑھے ہوئے ہیں... کیا آپ لوگ مکان کی تلاش میں ہیں... اس آبادی میں مل سکتے ہیں آپ کو مکان۔"

"ہم مکان کی تلاش میں نہیں ہیں... ہمارا تعلق پولیس سے ہے... ہمیں آپ کے کرایہ داروں کے بارے میں معلومات درکار ہیں..."

"جی کیا... کہا پولیس... لیکن آپ میں سے تو کوئی بھی وردی میں نہیں ہے۔"

"ہم سادہ لباس والے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"اوہ اچھا... آپ پوچھیے... ان کے بارے میں کیا پوچھنا چاہتے ہیں... کیا وہ لوگ جرائم پیشہ ہیں... اگر ایسا ہے تو میں ان سے اپنے مکانات خالی کرا لیتا ہوں۔"

"وہ پہلے ہی خالی کر گئے ہیں۔"

"جی کیا مطلب؟"

"انہوں نے ایک واردات کی ہے، اس کے بعد غائب ہو گئے ہیں... آپ کے ساتوں مکان خالی پڑے ہیں... سنا ہے، وہ ساتوں آپس میں بھائی تھے۔"

"جی ہاں! انہوں نے یہی بتایا تھا۔"

"ان کے رنگ اس قدر پیلے کیوں ہیں... کیا آپ نے ان سے یہ بات پوچھی تھی۔"

"جی ہاں! انہوں نے بتایا تھا کہ وہ خاندانی طور پر یرقان کے مریض ہیں... اور بس۔"

"ان کے نام... سابقہ پتے وغیرہ تو لکھے ہوں گے آپ نے۔"

Scanned by CamScanner

"میں نے کرایہ داروں کا باقاعدہ ایک رجسٹر بنا رکھا ہے... اس میں ان کے بارے میں لکھا ہوا ہے... آپ یہیں ٹھہریے... میں رجسٹر لے آتا ہوں۔"

"شکریہ!" وہ بولے۔

جلد ہی وہ رجسٹر لے آیا اور اس کو کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا... انہوں نے دیکھا... اس میں ان ساتوں کے وہی نام درج تھے جو انہیں معلوم ہوئے تھے... ساتھ ہی ایک گاؤں کا لکھا ہوا تھا... نام سنی آباد تھا...

سنی آباد کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر اس کی طرف چل پڑے... دو گھنٹے کے سفر کے بعد وہ اس گاؤں میں داخل ہوئے... انہوں نے گاؤں کے لوگوں سے ان ساتوں والے سات آدمیوں کے بارے میں پوچھا... سب نے ان کی باتیں حیرت زدہ انداز میں سنیں... ہر ایک نے ایک ہی بات بتائی:

"ان ساتوں کا انتقال ایک حادثے میں آج سے دس سال پہلے ہو چکا ہے... ان کی بیویاں بھی ساتھ ہی فوت ہو گئی تھیں... اور ان چودہ کی چودہ لاشوں کو گاؤں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا تھا۔"

یہ خبر ان کے لیے حیرت انگیز تھی... کیونکہ اس کا مطلب تھا... ان سات مکانات میں رہائش اختیار کرنے والے کوئی اور لوگ تھے... جب کہ انہوں نے اپنے نام ان سات افراد والے لکھوائے تھے... جو حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے...

"آپ کے پاس ان میں سے کسی کی تصویر ہو گی۔" انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"تصویر... دس سال پرانی بات ہو گئی... ان کا یہاں کوئی بڑا بوڑھا بھی نہیں رہ گیا تھا... کہ وہ کوئی چیز ان کی بچا کر رکھ لیتا..."

"وہ یہاں ایک مکان میں رہتے تھے یا الگ الگ مکان میں؟"

"وہ سب ایک پرانی حویلی میں رہتے تھے۔"

"ہوں... خیر... اب وہ حویلی کس کے پاس ہے۔"

"کسی کے پاس بھی نہیں... ان کی موت کے بعد... حویلی لاوارث ہو گئی تھی... لہٰذا گاؤں کے نمبردار نے اس پر قبضہ کر لیا... کوئی اعتراض نہ کر سکا... لیکن نمبردار ایک رات بھی اس حویلی میں نہ گزار سکا۔ اسے خوف کے عالم میں چیختے چلاتے باہر نکلتے دیکھا گیا... وہ بُری طرح بھاگ رہا تھا... اور اس کے بیوی بچے بھی بدحواسی کے عالم میں اس کے آگے آگے تھے... پوچھنے پر اس نے لوگوں کو بتایا کہ حویلی میں جن بھوت رہتے ہیں۔"

بعض لوگوں نے خیال کیا کہ نمبردار کو وہم ہو گیا ہے... یا پھر وہ کوئی بہت بزدل آدمی ہے... کوئی بلی یا کتا دیکھ کر ڈر گیا ہے... چنانچہ کچھ نے اس حویلی میں پھر قبضہ کرنے کے لیے ایک رات سو کر دیکھا... لیکن آدھی رات نہیں گزری ہو گی کہ اس کی چیخوں نے سارے گاؤں کو سر پر اٹھا لیا... وہ کہہ رہا تھا... حویلی میں حد درجے خوفناک جنات بھرے پڑے ہیں... اس کے بعد بھی دو تین اور آدمیوں نے وہاں رات گزارنے کی کوشش کی... لیکن ناکام رہے... بس شروع شروع میں کچھ لوگوں نے بار بار کوشش کی تھی... اس کے بعد سب ٹھنڈے پڑ گئے... اور وہ حویلی آج تک آسیب زدہ مشہور چلی آ رہی ہے... پھر

Scanned by CamScanner

کسی نے اس میں رات گزارنے کی کوشش نہیں کی..."

"اوہو اچھا۔" ان کے منہ سے نکلا۔ پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"مہربانی فرما کر ہمیں بتا دیں... حویلی کس طرف ہے۔"

"کیوں... کیا ارادے ہیں آپ لوگوں کے۔"

"بس... ہم بھی اس میں ایک رات بسر کر کے دیکھیں گے۔"

"ہم اس کا مشورہ نہیں دیں گے جناب۔"

"شکریہ" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ کس بات کا؟"

"اس بات کا کہ آپ ہمیں یہ مشورہ نہیں دے رہے ہیں۔"

وہ فاروق کو گھور کر رہ گئے... جب کہ انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"آئیے میں آپ لوگوں کو حویلی کے سامنے چھوڑ آتا ہوں... لیکن میں اس کے نزدیک نہیں جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ اس کے ساتھ حویلی کے سامنے پہنچ گئے... انہوں نے دیکھا... وہ ایک قلعہ نما سا مکان تھا... چاروں طرف سناٹے کا عالم طاری تھا... یوں لگتا تھا جیسے مدتوں سے کوئی اس طرف سے گزرا بھی نہ ہو... ایسے میں فرزانہ کو کوئی چیز نظر آ گئی... مارے حیرت کے اس کے منہ سے نکلا:

"اوہو! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔"

☆☆☆

آسیب

انہوں نے چونک کر پہلے فرزانہ کی طرف دیکھا... پھر سامنے دیکھا... لیکن حیران ہونے کے قابل کوئی چیز دکھائی نہ دی۔ پہلے تو انہوں نے بُرے بُرے منہ بنائے، پھر محمود نے کہا:

"ہمیں تو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا... تمہیں ایسی کیا چیز نظر آ گئی۔"

"عقل کی آنکھوں سے دیکھو۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اب ہمیں کیا پتا کہ تم آج کل عقل کی آنکھوں سے دیکھ رہی ہو۔" محمود نے منہ بنایا۔

"یہ بات میں نے تمہارے لیے کہی ہے..." فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

"اس کا مطلب ہے، تم عقل کی آنکھیں استعمال نہیں کرتیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"حد ہو گئی... تو یہ ہے تم سے..."

Scanned by CamScanner

"آپ دیکھ رہے ہیں ابا جان۔" فاروق انسپکٹر جمشید کی طرف مڑا۔

"نہ صرف دیکھ رہا ہوں... بلکہ سن بھی رہا ہوں... اور فرزانہ جو کچھ دکھانا چاہتی ہے... اسے بھی دیکھ چکا ہوں... اس کا اشارہ حویلی کے دروازے پر لگے ہوئے تالے کی طرف ہے... اس قسم کے تالے آج سے دو تین سو سال پہلے ہوتے تھے... آج کے دور میں کوئی ایسے تالے استعمال نہیں کرتا... غالباً فرزانہ کو یہی دیکھ کر حیرت ہوئی ہے... کیوں فرزانہ؟" انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں... سوال یہ ہے کہ حویلی کے دروازے پر اتنا پرانا تالا کس نے لگایا... ہمیں بتایا گیا ہے کہ ان ساتوں بھائیوں کے اپنی بیویوں سمیت مارے جانے کے بعد... گاؤں کے نمبردار نے حویلی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی... اور اس نے ایک رات کا کچھ حصہ حویلی میں گزارا تھا، لیکن... پھر وہ آسیب وغیرہ سے ڈر کر بھاگ نکلا تھا... ظاہر ہے... بھاگنے سے پہلے اس نے تالا تو لگایا نہیں ہوگا... اس کے بعد بھی گاؤں کے لوگوں کے مطابق کچھ اور لوگوں نے حویلی میں رہنے کی کوشش کی... لیکن وہ بھی خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے... سوال یہ ہے کہ یہ تالا پھر یہاں کس نے لگایا اور کیوں لگایا..." فرزانہ نے روانی کے عالم میں کہا۔

"یہ واقعی عجیب بات ہے... سوال یہ ہے کہ پہلے اندر چلیں یا اس بات کی تحقیق کریں۔"

"ان سب کاموں سے پہلے ہمیں تالے پر سے انگلیوں کے نشانات

اٹھا لینے چاہئیں۔" فاروق مسکرایا۔

"اوہ ہاں! بہت خوب فاروق..." انسپکٹر جمشید نے اس کی تعریف کی۔

انہوں نے پاؤڈر چھڑک کر تالے پر موجود نشانات محفوظ کر لیے... پھر انہوں نے گاؤں کے لوگوں سے رابطہ کیا... انہیں دروازے پر لگا تالا دکھایا... ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت نظر آئی۔

"یہ کیا... ہم تو یہ تالا پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے... کسی کو معلوم نہیں کہ تالا کس نے لگایا ہے۔"

"جی نہیں..." انہوں نے کہا۔

"دیکھیے... جس کسی نے تالا لگایا ہے... اس کی انگلیوں کے نشانات اس پر موجود ہیں... وہ ہم معلوم کر ہی لیں گے... لہٰذا آپ پہلے ہی بتا دیں... یہاں کوئی جرم تو ہوا نہیں کہ تالا لگانے والا پھنس جائے... ایسی کوئی بات نہیں... ہم تو ایک عجیب و غریب سے معاملے کی تحقیقات کر رہے ہیں... ہمیں اس کے نہ سر کا پتا ہے... نہ پیر کا... اتنا ہے کہ ایک آدمی کے جسم کا خون تبدیل کیا گیا ہے... اور اس آدمی کے جسم میں اب نیلا خون دوڑ رہا ہے... ڈاکٹر حضرات حیران ہیں... کہ یہ کیا معاملہ ہے... جن لوگوں نے خون تبدیل کیا... وہ وہی سات افراد تھے جن کے بارے میں آپ کہہ رہے ہیں کہ ایک حادثے میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے آخر۔" کئی آوازیں ابھریں۔

Scanned by CamScanner

ہمیں خود معلوم نہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے... ہو سکتا ہے... انہوں نے
آدمیوں نے مرنے والوں کے نام استعمال کیے ہوں... انہوں نے ایسا کیوں
کیا۔ ہمیں فی الحال معلوم نہیں... ہم معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر
آپ تو صرف اتنا بتا دیں کہ یہ تالا کس نے لگایا ہے۔"

انہوں نے پھر انکار میں سر ہلا دیے... انہوں نے بھی یہ
محسوس کیا کہ تالا ان کے سامنے کسی نے نہیں لگایا۔ پھر بھی انہوں نے وہاں موجود
لوگوں کی انگلیوں کے نشانات لے کر تالے پر پائے جانے والے نشانات سے
کر دیکھے۔ کسی کے نشانات نہ ملے۔

آخر انہوں نے تالا توڑ دیا گیا اور وہ گھر کے اندر داخل ہونے... اس
گاؤں کے لوگوں نے خوف زدہ آواز میں کہا:

"نہ... نہ... آپ اندر نہ جائیں... کہیں گاؤں والے بھی کسی
مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔"

"بھلا ہمارے اندر جانے سے گاؤں والے کیوں کسی مصیبت میں
مبتلا ہونے لگے۔"

"پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"جب نمبردار اندر داخل ہوئے تھے، وہ اگرچہ بھاگ کر باہر آ گئے
تھے... لیکن پھر بھی گاؤں والوں پر تین دن تک آگ کی بارش ہوتی رہی۔
آگ کی اس بارش سے کوئی گھر جلا تو نہیں تھا... اور کوئی بھی نقصان نہیں ہوا

تھا... لیکن پھر بھی گاؤں کے لوگ خوف زدہ ہو گئے تھے... اس کے بعد پھر
جب کسی نے اندر داخل ہونے کی کوشش کی، آگ کی بارش شروع ہو گئی۔"

"ہوں... خیر... آپ لوگ فکر نہ کریں... جب پہلے آگ کی بارش
سے کوئی نقصان نہیں ہوا تھا تو اب بھی نہیں ہوگا... لیکن ہمیں یہ تو دیکھنا پڑے گا
کہ آخر یہ چکر کیا ہے... یہ اتنا پرانا تالا... یعنی کم از کم تین سو سال پرانا کہاں
سے آ گیا۔"

"اس کا جواب تو خیر مشکل نہیں ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"یہ حویلی بہت پرانی ہے... ہمارے باپ دادا نے یہی بتایا ہے...
اور انہیں ان کے باپ دادا نے یہی بتایا تھا... ہو سکتا ہے... یہ تالا کہیں اندر ہی
پڑا ہو... اور کسی نے دروازے پر لگا دیا ہو۔"

"یہی تو معلوم کرنا ہے... کہ کس نے لگایا... اور کیوں... اس لیے
آپ لوگ بالکل نہ ڈریں۔"

"اچھی بات ہے... ہم کیا کہہ سکتے ہیں... آؤ بھئی چلیں... کہیں
اس حویلی کا آسیب ہم پر نہ آ پڑے۔"

"ہاں ہاں... آپ لوگ جائیں... ہم دیکھ لیں گے آسیب کو۔"
فاروق نے ہنس کر کہا۔

اور پھر وہ اندر داخل ہو گئے... دروازہ انہوں نے کھلا چھوڑ
دیا... کھولنے میں انہیں بالکل زور نہیں لگانا پڑا تھا... مطلب یہ کہ اس قدر

Scanned by CamScanner

یہاں حویلی کا دروازہ بالکل درست کام کر رہا تھا... اس بات پر انہیں [illegible]
ہوئی۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا اور اندھیرا [illegible] کی تھی [illegible]
جمشید نے اپنی ٹارچ روشن کر لی۔ صدر دروازے کے سامنے ایک [illegible]
[illegible] تھا۔ [illegible] کا احساس دلا رہے تھے۔ اس سے آگے حویلی [illegible]
[illegible] انہوں نے دیکھا۔ [illegible] اس کے چاروں طرف [illegible]
اندرونی دروازہ تھا۔ [illegible] عمارت تھی۔ عمارت عجیب طرز کی تھی۔ کھڑکیاں اور
درمیان میں حویلی کی عمارت تھی۔ ان میں رنگ برنگ کے شیشے بھی لگے ہوئے
دروازے خراب ہو رہے تھے۔ [illegible] تھے۔ اندرونی دروازہ بالکل سامنے
تھے۔ اگرچہ [illegible] شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے کنڈی کھول ڈالی... اندر
تھا۔ اس پر صرف کنڈی لگی ہوئی تھی۔ [illegible] دروازہ کھلتے ہی [illegible]
جھانک کر دیکھا تو ہر طرف [illegible] دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے۔
[illegible] انہوں نے اپنے جسموں میں سنسنی
[illegible]
کی لہریں محسوس کیں۔

"اگرچہ یہاں [illegible] تو ہم [illegible]
بھی کر سکتے ہیں... لہٰذا [illegible] ہاتھوں میں [illegible]
ہوں... فاروق... تمہارے پاس پروفیسر صاحب کا کوئی [illegible] ہے؟"

"جی ہاں! دو ایک نالیاں تو ہیں ہی۔" اس نے [illegible]
میں کہا۔

"ڈر لگ رہا ہے کیا۔" انسپکٹر جمشید فکرمندانہ انداز میں بولے۔

"جی... جی نہیں... ڈر کو ہم لگ رہے ہیں۔" فاروق نے اور بھی
زیادہ ڈر کر کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے...

"فرزانہ... تمہارے پاس کیا ہے۔"

"دو پٹے کا کوڑا... اور کوڑے کے اگلے حصے میں ایک چھوٹا سا
پتھر... وہ میں باہر سے پہلے ہی اٹھا چکی ہوں۔"

"ٹھیک ہے... تم اپنا کوڑا بنا لو... ہمیں پوری طرح خبردار ہو کر
آگے بڑھنا ہے... کیونکہ میں خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں... حویلی میں دو
طرح کے دشمن ہو سکتے ہیں... ایک انسانوں کی صورت میں، دوسرے چوہوں
وغیرہ کی شکل میں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"بھئی نمبردار اور دوسرے لوگ ایسے ہی تو چیختے چلاتے نہیں بھاگ
کھڑے ہوئے ہوں گے... ان کے ساتھ کچھ تو ہوا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید
مسکرائے۔

"ویسے ہم نے غلطی کی... ہمیں کم از کم نمبردار سے ملاقات کرنی
چاہیے تھی۔" فرزانہ بولی۔

"وہ کس لیے؟" فاروق نے اس کی طرف دیکھا۔

"ہمیں پہلے ہی معلوم ہو جاتا کہ اس نے حویلی میں کیا کچھ دیکھا
تھا... اس کے مطابق ہم ذہنی طور پر تیار ہو جاتے۔"

Scanned by CamScanner

"کوئی بات نہیں... دیکھا جائے گا... تم اب ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ... یہاں انسانی گوشت چٹ کر جانے والے چوہے موجود ہیں... اور کچھ لوگ بھی ضرور موجود ہیں... وہ یہاں کیا کر رہے ہیں... ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا... ہمارے سامنے جو بات آئی ہے... وہ بس یہ ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کا خون تبدیل کیا ہے... یعنی ایک کا خون دوسرے میں ڈال دیا ہے... اس کا مطلب ہے... ایک کا خون دوسرے میں اور دوسرے کا خون پہلے میں ڈالا گیا ہے... ایسے ایک شخص کا خون اب نیلے رنگ کا ہے... جب کہ نیلے رنگ کو خون کسی انسان میں نہیں پایا جاتا۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

"اور ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا... اس بارے میں کچھ معلوم نہیں... دوسری بات... اگر وہ لوگ اس حویلی میں رہتے ہیں تو پھر ان لوگوں نے کرائے کے دو سات مکان کیوں لیے تھے... یہ کام انہوں نے اس حویلی میں کیوں نہ کیا... اس قسم کے سوالات ذہن میں آ رہے ہیں... جا رہے ہیں... لہٰذا تم اللہ کا نام لو اور آگے بڑھو... جو ہوگا... دیکھا جائے گا۔"

وہ مسکرا دیے... اور کمرے میں داخل ہو گئے... ایسے میں انہوں نے ایک زوردار آواز سنی... آواز دروازہ بند ہونے کی تھی... انہوں نے فوراً پلٹ کر دیکھا... کمرے کا دروازہ کھلا نظر آیا۔

"دروازہ تو کھلا ہے... اور ہم نے بند ہونے کی آواز سنی ہے۔"

"شاید بیرونی دروازہ بند کیا گیا ہے... گویا یہ لوگ ہمیں حویلی کے قیدی بنا دینا چاہتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"حویلی کے قیدی... ارے باپ رے... یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"اس میں شک نہیں۔"

"کس میں شک نہیں؟"

"اس میں کہ یہ کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"شکریہ ابا جان! آج تو آپ نے میرے منہ کی بات چھین لی۔"

"خیر... اتنا بڑا الزام نہ لگاؤ۔" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے... اس کے ساتھ ہی انہوں نے انہیں باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ وہ کمرے سے نکل آئے... اور بیرونی دروازے پر پہنچے... دروازہ باہر سے بند کیا جا چکا تھا... انہوں نے اسے کھولنے کی کوشش کی، لیکن نہ کھل سکا... اب انہوں نے بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ یعنی اجاڑ باغ میں چکر لگایا اور پھر دروازے پر آ گئے... دیواریں چاروں طرف سے بہت اونچی تھیں... ان پر چڑھنے کا بھی اندر کوئی ذریعہ نہیں تھا... یہ سب دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"محمود! تم نے ٹھیک کہا تھا... ان لوگوں نے واقعی ہمیں حویلی کے قیدی بنا دیا ہے..."

"ان کے ارادے نیک نہیں لگتے..." محمود کی آواز سے پریشانی جھانک رہی تھی۔

"مطلب یہ کہ یہ ہمیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں... ارے

Scanned by CamScanner

"باپ رے... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں..." ان کے منہ سے خوف کے عالم میں نکلا... پھر وہ بے تحاشہ سامنے والے کمرے کی طرف دوڑ پڑے... محمود، فاروق اور فرزانہ اگرچہ کچھ نہیں دیکھ سکے تھے، لیکن انہوں نے فوراً دوڑ لگا دی... انسپکٹر جمشید کمرے کے سامنے والی دیوار تک دوڑتے چلے گئے... پھر ایک جھٹکے سے رک گئے... ان کی آنکھوں میں اب تک حیرت ہی حیرت تھی۔

"یہاں اس جگہ... میں نے ایک سائے کو دیکھا تھا... وہ کھڑا تھا... لیکن پھر فوراً ہی وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا... اس وقت میں سمجھا تھا کہ یہاں ضرور کوئی خلا ہے... لیکن ہم دیکھ رہے ہیں... یہاں کوئی خلا نہیں ہے۔"

"ہاں! خلا تو واقعی نہیں ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"دائیں طرف کمرے میں ایک اور دروازہ ہے... کہیں وہ اس دروازے سے نہ داخل ہو گیا ہو۔" محمود بولا۔

"نہیں... وہ یہاں نظر آیا تھا... جب میں نے اسے دیکھا تو اس پر سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں... اس دروازے تک جانے کے لیے اسے کئی قدم اٹھانے پڑتے... یا دو تین چھلانگیں لگانا پڑتیں... جب کہ اس نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا... وہ تو بس کھڑے کھڑے میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا تھا۔"

"تب پھر وہ ضرور کوئی آسیب تھا... کیونکہ اس طرح آنکھوں کے سامنے سے تو بس آسیب ہی غائب ہو سکتے ہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... کیا اس حویلی میں واقعی آسیب کا قبضہ ہے...

کیا یہاں جن بھوت رہتے ہیں۔" فاروق کی آواز میں کپکپی تھی۔

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"تب تو پھر ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہیے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"لیکن کیسے؟" انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

عین اس لمحے کوئی چیز ان کے ٹارچ والے ہاتھ سے پوری قوت سے ٹکرائی۔ ان کے منہ سے چیخ نکل گئی... اور ٹارچ دور جا گری... تاہم وہ ابھی بجھی نہیں تھی... انسپکٹر جمشید نے دیکھا... ان کے ہاتھ سے ٹکرانے والا ایک چمڑے کا کوڑا تھا... وہ بہت وزنی اور لمبا چوڑا تھا... اس کو لپیٹ کر ان کے ہاتھ پر مارا گیا تھا... اس سے پہلے کہ وہ سنبھل سکتے... ٹارچ کو ایک ٹھوکر لگی... وہ بلا کی تیزی سے سامنے والی دیوار سے ٹکرا گئی اور ساتھ ہی کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔

انسپکٹر جمشید فوراً دیوار کی طرف جھپٹے... اور لوٹ لگا گئے...

انہوں نے ٹارچ کی تلاش کے لیے ادھر ادھر ہاتھ مارے، لیکن ٹارچ ان کے ہاتھ نہ لگی... ایسے میں انہیں اپنے موبائل کا خیال آیا۔ انہوں نے جیب سے موبائل نکالا اور اس کا بلب روشن کر ڈالا... فوراً ہی ان کے سر سے کوئی چیز ٹکرائی... انہیں ایک زبردست چکر آیا... اور وہ بے ہوش ہو گئے... آنکھ کھلی تو وہ ایک اور ہی کمرے میں تھے... انہیں رسیوں سے بری طرح کس دیا گیا تھا... کمرے میں نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی... بہت مشکل سے انہوں نے گردن

Scanned by CamScanner

گھمائی... دائیں بائیں دیکھا۔ نزدیک ہی محمود، فاروق اور فرزانہ بھی بکھرے
ہوئے نظر آئے... وہ بھی ہوش میں نظر آئے... انہوں نے ان کی طرف مسکرا کر
دیکھا:

"تو تم بھی بے ہوش ہو گئے تھے۔"

"جی ہاں! ہمارے سروں سے کوئی وزنی چیزیں ٹکرائی تھیں۔"

"دراصل ہم اندھیرے میں تھے... یہاں جو لوگ یہ کھیل کھیل رہے
ہیں، وہ ہمیں بخوبی دیکھ رہے تھے اور ایسی جگہ تھے... جہاں سے ہمیں نہ صرف
بخوبی دیکھ رہے تھے... بلکہ ہم پر آسانی سے وار بھی کر سکتے تھے..."

"کوئی بات نہیں ابا جان... ایسا بھی ہوتا ہے۔" محمود مسکرایا۔

"لیکن یہاں ان میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا... کیا تم نے کسی کو دیکھا
ہے۔"

"جی نہیں... ہم بھی ابھی ہوش میں آئے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"ابھی تک ہم یہ نہیں سمجھ پائے کہ یہ لوگ چاہتے کیا ہیں۔"

"ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اور وہ کیا ابا جان۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"اس سارے چکر کے پیچھے کوئی ڈاکٹر ہے..."

"تم نے ٹھیک اندازہ لگایا انسپکٹر جمشید۔"

کمرے میں ایک آواز گونجی:

☆☆☆

ڈاکٹر

انہوں نے دیکھا... سامنے والی دیوار میں ایک دروازہ کھلا تھا اور اس میں سے ایک شخص اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے جسم پر ڈاکٹروں کا لباس تھا... آنکھوں پر ایک سنہری فریم کی عینک تھی... سر کے بال عجیب سے انداز میں اوپر کو اٹھے ہوئے تھے... یوں لگتا تھا جیسے باریک باریک سلائیں کھڑی ہوں...

"آپ کی تعریف..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"خادم کو ڈاکٹر جوائے شاہ کہتے ہیں۔"

"کیا ہم لوگ حویلی ہی میں ہیں۔"

"ہاں بالکل... اب یہی آپ لوگوں کا ٹھکانا ہے... جب تک زندہ رہنا ہے... یہیں رہنا ہے... اب سوال یہ ہے کہ ہم آپ لوگوں کو زندہ کیوں رکھیں... مار کیوں نہ ڈالیں... سو اس کا جواب یہ ہے کہ میں سونے کا انڈا دینے والی مرغیوں کو ہلاک کرنا بے وقوفی خیال کرتا ہوں... ہو سکتا ہے، میں تم لوگوں کو یہاں قید رکھ کر بہت سی دولت حاصل کر لوں... اگرچہ میرا کاروبار پہلے ہی بہت

Scanned by CamScanner

وسیع ہے... لیکن لگے ہاتھوں... اصل کاروبار کے ساتھ ساتھ سائیڈ بزنس بھی ہو جائے تو کیا برا ہے... اور پھر میں نے تو سنا ہے، تم لوگوں کے دوست ... رحمان بہت زیادہ دولت کے مالک ہیں... تو کیوں نہ تمہارے ذریعے ان ... دولت بھی حاصل کر لی جائے... ظاہر ہے... تم لوگوں کو چھڑانے کے لیے ... سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جائیں گے... کیا کہتے ہو، اس بارے میں ... لوگ۔"

"اس میں تو شک نہیں کہ وہ ہمارے لیے سب کچھ قربان کر دیں گے... لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ غائب ہیں... اور ہمارا تو خیال ہے، انہیں تم نے ہی ... کیا ہے۔"

"میں یہ کام نہیں کرتا... اس کا مطلب ہے... انہیں کسی اور نے ... کیا ہے... یہ سن کر بہت افسوس ہوا... تب تو تم لوگ میرے لیے بے کار ... اب یوں کرتے ہیں... کہ پھر اس حویلی کو ہی تمہارا مقبرہ بنا دیتے ہیں۔"

"اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں یہ لکھ دیا ہے تو ضرور ... یہیں بنیں گی... لیکن کم از کم ہمیں اتنا تو بتا دیں کہ یہ سب چکر کیا ... سات مرد اور سات عورتیں کون تھیں... جن کے رنگ بالکل زرد تھے... لوگوں نے ایک شخص کا خون کیوں نکالا تھا اور اس کے اپنے خون کی جگہ ... کا خون اس کے جسم میں کیوں ڈال دیا تھا۔"

"بھئی اپنا راز دوسروں..."

عین اسی لمحے اس کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی... اس ...

سے موبائل نکالا اور پھر فون سننے لگا... اچانک اس کے منہ سے چیخنے کے انداز میں نکلا:

"کیا!!!"

اور پھر وہ بلا کی رفتار سے واپس پلٹا... اور دوڑتا ہوا ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا... ساتھ ہی وہ دروازہ آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

"محمود جلدی کرو... میری طرف سرکنے کی کوشش کرو... میں تمہاری طرف سرکتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے محمود کی طرف دیکھتے ہوئے اشاروں میں کہا۔

محمود نے سر ہلا دیا... اور ان کی طرف سرکنے لگا... جلد ہی دونوں ایک دوسرے کے بالکل نزدیک آ گئے... اُن کے ہاتھ کمر پر بہت سختی سے بندھے ہوئے تھے... اب انہوں نے محمود سے اشاروں میں کہا...

"اپنا دایاں جوتا میرے منہ کے قریب لے آؤ..."

دونوں اس کوشش میں مصروف ہو گئے... آخر انسپکٹر جمشید نے اپنے منہ کے ذریعے محمود کے جوتے کی ایڑی سرکا ہی لی... اس میں سے چاقو نکل کر فرش پر گرا... فرزانہ اور فاروق پلکیں جھپکے بغیر ان کی کوشش کو دیکھنے میں مصروف تھے...

اب مرحلہ تھا چاقو کو کھولنے کا... انسپکٹر جمشید نے فرش کی طرف گردن جھکائی اور چاقو کی طرف منہ لے جانے لگے... اس کام میں انہیں بہت زور لگانا پڑا... ان کی آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے... آخر وہ چاقو کو اپنے دانتوں سے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے... چاقو کا پھل والا حصہ اب ان کے

Scanned by CamScanner

دانتوں میں تھا... انھوں نے محمود کو اشارہ کیا... وہ اپنا سر ان کے منہ کے نزدیک
لے آیا اور چاقو کا دستے والا حصہ دانتوں میں لے لیا... اب انسپکٹر جمشید
پھل کو کھینچا تو چاقو کھل گیا... یہ دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی... انسپکٹر
نے چاقو ایک بار پھر فرش پر گرا دیا اور اب اس کو پھل کی طرف سے دانتوں
دبا لیا... اس طرح وہ اس کے پھل کو محمود کے ہاتھوں پر کسی رسی پر پھیر
کامیاب ہو گئے... وہ آہستہ آہستہ اس کو رسی پر چلاتے رہے... رسی کٹتی
... یہاں تک کہ ایک بل کھل گیا... اب انھوں نے چاقو کو گرا دیا اور دانتوں
رسی پکڑ کر بل کھولتے چلے گے۔

محمود نے محسوس کیا اس کے ہاتھ آزاد ہو رہے ہیں تو اس
چہرے پر خوشی پھیل گئی... اس نے ہاتھوں کو حرکت دی... تو باقی بلوں سے
نکل آئے۔

"ہمارا؟" اس کے منہ سے مارے خوشی کے بلند آواز میں نکل

"اوہ... یہ کیا کیا محمود..." انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا...

محمود کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا... اس نے چاہا... اس
سن کر اس سے پہلے کہ کوئی ادھر آ جائے... وہ ان کی رسیاں کاٹ دے
نے فوراً چاقو اٹھایا اور اپنے والد کی طرف بڑھا... ایسے میں ایک آواز
سنائی دی:

"خبردار! حرکت نہ کرنا۔"

☆☆

انھوں نے دیکھا... وہ ایک لمبا چوڑا سیاہ پوش تھا، ہاتھ میں بڑا
سا پستول تھا۔ آنکھوں کے آگے نقاب میں دو سوراخ تھے... اس سے پہلے ڈاکٹر
کے لباس میں جو شخص آیا تھا، وہ اتنا لمبا نہیں تھا... اس کا مطلب ہے، اسے کہیں
اچانک جانا پڑا تھا:

"جی اچھا... نہیں کرتا حرکت۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"یہ چاقو نیچے گرا دو۔"

"آپ کے ہاتھ میں پستول ہے... اور آپ ایک ننھے سے چاقو سے
ڈر رہے ہیں... کمال ہے... حیرت ہے... افسوس ہے۔"

"ادھر ادھر کی باتیں نہیں چلیں گی... میں تم لوگوں سے بہت اچھی
طرح واقف ہوں۔"

"اچھی بات ہے... یہ... یہ لیجیے... میں نے چاقو پھینک دیا... اور
یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ ہم سے بہت اچھی طرح واقف ہیں..." محمود
مسکرایا۔

"تم نے چاقو اپنے پیروں کے بالکل نزدیک گرایا ہے... تا کہ جب
... اسے پھر اٹھا سکو... لیکن میں اتنا بے وقوف نہیں... اور پھر اس صورت
میں تو ہرگز بے وقوفی نہیں کر سکتا جب کہ باس مجھے جانے سے پہلے تم لوگوں کے
بارے میں پوری طرح ہوشیار کر گئے ہیں۔"

"تو ڈاکٹر جوائے شاہ آپ کے باس ہیں۔"

"ہاں بالکل؟"

"ہوں... اور یہ کیا تم نے اس چاقو کی مدد سے خود کو کھول لیا... کوئی بات نہیں

ایک گولی اس چاقو پر بھی کی۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے فرش پر پڑے چاقو پر فائر کر دیا۔ چاقو گولی کھا کر اچھلا... چھت سے ٹکرایا اور سیاہ پوش کے جسم میں پیوست ہو گیا... اس بے چارے کے پہلے ہی دل میں سوراخ ہو چکا تھا... اس کا جسم فوری طور پر ساکت ہو گیا۔

"جی تو چاہتا ہے... ایک ایک گولی تمہارے جسم میں بھی اتار دوں... لیکن اس طرح کیا مزہ آئے گا... مزہ تو تب آئے گا... جب تم بھی میرے کھیل کا حصہ ہو گے... پکڑو بھئی انہیں... سب سے پہلے اس لڑکے پر توجہ دو... ورنہ میں تمہاری مدد کیے دیتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے محمود کے پیروں کی طرف ایک فائر کر دیا... وہ خود کو بچانے کے لیے اچھلا اور ساتھ ہی اس کے آدمیوں نے اسے دبوچ لیا... وہ اس کے قریب تھے... اور وہ کمرہ اتنا بڑا بھی نہ تھا کہ محمود بھاگ دوڑ کر ان کا مقابلہ کر سکتا... لہٰذا محمود بے بس ہو گیا...

"حد ہو گئی... دہشت گردی کی۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"ابھی کیا ہے... ابھی تو اور ہو گی۔" وہ ہنسا۔

"اور ہو گی... کیا اور ہو گی؟" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بھئی حد... اور کیا؟" وہ ہنسا۔

"پہلے... خیر... اب آپ بتا دیں... آپ کیا کھیل رہے ہوں گے۔"

"اگر یہی بتانا ہوتا تو پھر اپنے کارکن کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"آپ کی مرضی... نہ بتائیں... معلوم تو ہم کر لیں گے۔"

"میں خود تمہیں بتاؤں گا... لیکن یہاں نہیں۔" وہ مسکرایا۔

"تب پھر... کہاں؟"

"آپریشن تھیٹر کی میز پر... اس لڑکے کو پھر سے باندھ لو... اور باقی تینوں کی رسیاں بھی چیک کر لو... اور انہیں آپریشن تھیٹر میں لے چلو۔"

"تو تم ہمارے جسموں کا خون نکالو گے..." انسپکٹر جمشید زہریلے انداز میں بولے۔

"اوہ... اوہ... تو تم یہ بات سمجھ گئے... لیکن خیر... ان حالات میں اتنی بات سمجھ جانا کوئی انوکھی بات نہیں... تم جانتے ہو... ایک شخص کا خون تبدیل کیا گیا ہے... اور اس کے جسم میں اب نیلا خون دوڑ رہا ہے... لہٰذا یہ اندازہ لگا لینا کیا بڑی بات ہے... اصل بات تو یہ ہے کہ تم بتا دو... میں کیا کام کر رہا ہوں۔"

"ابھی تک ہم کوئی اندازہ نہیں لگا سکے... لیکن بہت جلد لگا لوں گا۔"

"ضرور لگا لینا... لیکن مرنے کے بعد... ہم تمہیں یہاں سے سیدھا موت کی میزوں تک لے جا رہے ہیں۔" ڈاکٹر فوراً کہا۔

"کک... کیا کہا... موت کی میزیں... یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

باقی لوگ مسکرانے لگے... پھر محمود کو دوبارہ بڑی طرح جکڑ دیا گیا... اور انہیں اٹھا کر ایک بڑے ہال میں لایا گیا... یہاں لمبی لمبی میزیں بچھی تھیں... ان میزوں کے ساتھ بجلی کے تسمے لٹک رہے تھے... جونہی انہیں لٹا کر بٹن دبائے گئے... تسموں نے انہیں بڑی طرح جکڑ لیا...

ایسے میں ان گنت فائروں کی آوازیں گونج اٹھیں... ڈاکٹر جوائے شاہ اور اس کے ساتھی بڑی طرح اچھلے... ساتھ ہی دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی... ادھر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی... ادھر اس ہال میں ایک دھماکا ہوا اور پورا ہال دھوئیں سے بھر گیا۔

☆☆☆

آواز

انہیں ہوش آیا تو پروفیسر داؤد، خان رحمان اور سب انسپکٹر اکرام ان پر جھکے ہوئے تھے... بیگم جمشید وغیرہ بھی ایک طرف بیٹھی نظر آئیں... انہیں آنکھیں کھولتے دیکھ کر ان کے چہروں پر رونق آ گئی...

"مبارک ہو... انہیں ہوش آ گیا۔" انہوں نے ڈاکٹر فاضل کی آواز سنی... ابھی تک وہ ڈاکٹر فاضل کو نہیں دیکھ سکے تھے... دراصل وہ ان کے سرہانے کی طرف تھے...

"اللہ کا شکر ہے..." کئی آوازیں ابھریں۔

"دراصل دھواں بہت زیادہ زہریلا تھا... وہ تو ہم بھی عین اس وقت وہاں پہنچ گئے تھے... ورنہ دھوئیں سے نکالنے میں چند سیکنڈ کی دیر اور ہو جاتی تو تم لوگ تو گئے تھے کام سے۔"

"جی... صرف کام سے... یا جان سے۔" فاروق نے پوچھا۔

اور سب مسکرانے لگے... پھر انسپکٹر جمشید نے چونک کر پوچھا:

"اور مجرم کہاں گیا۔"

Scanned by CamScanner

"وہاں ہماری ملاقات کسی مجرم سے نہیں ہوئی... غالباً وہاں جو لوگ تھے... فوراً اُلٹے راستے سے نکل گئے... ورنہ دھواں ان کا کام بھی تمام کر دیتا۔" پروفیسر بولے۔

"اور آپ پر وہ دھواں اثر انداز کیوں نہیں ہوا؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"جب دھوئیں کا بم پھٹا... اس وقت ہم کمرے سے باہر تھے... لہٰذا ہم نے پہلے ہی سانس روک لیے تھے... اگر کہیں ہم اس وقت ایک بار بھی سانس لے لیتے... تو اس دھوئیں سے بے ہوش ہم بھی ہو جاتے۔"

"اللہ نے اپنا رحم فرمایا۔" خان رحمان بولے۔

"اوہو ارے... لیکن آپ دونوں تو غائب ہو گئے تھے..."

"ہاں جمشید... دو بے چارے سکوٹر سوار کرائے کی گاڑی میں چھپ گئے تھے... بس وہ ہمیں ایک نامعلوم مقام پر لے گئے تھے... اور ہمیں وہاں قید کر دیا تھا..."

"اوہو اچھا... تب پھر آپ کیسے آزاد ہوئے۔"

"جلدی میں وہ رسیاں درست طور پر نہ کس سکے... اور خان رحمان نے ہاتھ کھول لیے، لیکن اس کام میں بہت وقت لگ گیا... یہاں تک کہ جب ہم دفتر پہنچے تو آپ لوگوں کے بارے میں پتا چلا... پھر جاتی کے ذریعے معلوم ہوا کہ آپ اس گاؤں میں ہیں۔ بس پھر ہم نے اکرام کو ساتھ لیا اور ادھر کی طرف دوڑ لگا دی..." خان رحمان نے جلدی جلدی بتایا۔

"اللہ کا شکر ہے... آپ لوگ عین وقت پر پہنچ گئے..." انسپکٹر جمشید

مسکرائے۔

"لیکن ابا جان! اس کا افسوس رہے گا کہ مجرم نکل گیا... اور ہم یہ بھی نہ جان سکے کہ وہ کون تھا۔" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"اس کا سراغ لگا لیں گے... فکر نہ کرو... ہمارے پاس وہ حویلی موجود ہے... دوسرے یہ کہ ہم ڈاکٹر جواد شاہ کی آواز سن چکے ہیں... جہاں بھی اس کی آواز سن لیں گے... پہچان لیں گے... اب ظاہر ہے... یہ تو وہ ڈاکٹر ہی... شہر کا کوئی نامور ڈاکٹر... جس کا دوسرا نام جواد شاہ ہے۔ اس کا اصل نام کیا ہے... یہ ہمیں معلوم کرنا ہے... اور تم فکر نہ کرو... اب وہ ہمارے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گا..."

"لیکن ابھی آپ ہسپتال سے نہیں جا سکیں گے... اس لیے کہ زہر نے بہت زیادہ خرابی پیدا کر دی ہے... اور اس کے اثرات دور ہونے میں وقت لگے گا... دوسری طرف اگر آپ لوگوں نے بھاگ دوڑ والا کام شروع کر دیا تو زہر کے اثرات زیادہ ہو سکتے ہیں۔"

"اللہ مالک ہے... اگر ہم ہسپتال سے نہ نکلے تو مجرم نہ جانے کتنے لوگوں کو زہر کا شکار بنا دے گا۔"

ڈاکٹر فاضل برا سا منہ بنا کر رہ گئے... وہ جانتے تھے... ان لوگوں کو ان کی مرضی کے خلاف ہسپتال میں نہیں روکا جا سکے گا... تاہم انہوں نے چند سیکنڈ بعد کہا:

"اچھی بات ہے... لیکن آپ میری اتنی بات ضرور مان لیں کہ ابھی

"چند گھنٹے اور یہاں گزر جانے دیں۔"

"اچھی بات ہے... ہم آپ کی یہ بات مان لیتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا...

ڈاکٹر فاضل سے ان کا بہت پرانا تعلق تھا... اور ان سے اچھا درجے مخلص تھے... ان کی خاطر خود کو مصیبت میں ڈال لیتے تھے... اسی لیے آج وہ ان کی بات ماننے پر آمادہ ہو گئے...

پھر اسی شام وہ ہسپتال سے نکلے اور خان رحمان کی بڑی گاڑی میں وہاں سے رخصت ہو گئے... عورتوں کو انہوں نے گھر میں چھوڑا... اور چل پڑے گاؤں کی طرف... ایسے میں فرزانہ کو ایک خیال آیا... اس نے چونک کر کہا:

"انکل! اس شخص کے بارے میں کیا رپورٹ ہے... جس کا خون تبدیل کیا گیا تھا اور جس کی رگوں میں نیلا خون دوڑ رہا ہے۔"

"وہ... اس کے بارے میں پوچھنے کی مہلت ہی کب ملی ہے... میں ابھی ہسپتال فون کرتا ہوں۔"

انہوں نے ہسپتال کے نمبر ملائے... اور پھر ان کے منہ سے چیخنے کے انداز میں نکلا:

"کیا... نہیں۔"

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے... وہ پہلے ہی حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے...

"وہ مر چکا ہے... اس نے ہسپتال میں دم توڑا ہے... نیلے خون میں یرقان کی مکمل علامات ملی ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو اس کا خون دیا گیا... اسے خون کا مرض تھا... لہٰذا ڈاکٹر جوائے شاہ نے اس کے جسم کا سارا خون نکال لیا... اور اس غریب کے جسم میں ڈال دیا... اس کا خون اسے دے دیا گیا... لیکن۔" وہ کہتے کہتے رک گئے...

"لیکن کیا ابا جان!"

"ایک منٹ... پہلے میں ڈاکٹر باقر صاحب سے پوچھ لوں... یہ خون کے ماہر ترین ڈاکٹر ہیں۔"

اب انہوں نے ڈاکٹر باقر کے نمبر ملائے... ان کی آواز سن کر اپنا نام بتایا اور بولے:

"میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص مکمل طور پر خون کے مرض میں مبتلا ہو جائے اور ہم اس کے جسم کا سارا خون نکال کر کسی صحت مند آدمی کا خون اس کے جسم میں داخل کر دیں... اور بیمار خون اس کے جسم میں داخل کر دیں... جس کا خون نکالا گیا ہے تو کیا مریض اس مرض سے نجات حاصل کر لے گا۔"

"اس کا امکان ہے، مرض کیا ہے۔"

انہوں نے اس تجربے کی تفصیل انہیں سنا دی۔ ان کے خاموش ہونے پر وہ بولے:

"تب یہ کیس... خون ختم ہونے کا ہے... اس مرض میں انسان کا

خون نکل جاتا ہے... یا اندر ہی اندر ختم ہو جاتا ہے... مریض بالکل زرد نظر آتا ہے... اگر اسے خون نہ دیا جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے... لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ خون دینے کے بعد اس کا خون نکلنا یا ختم ہونا بند ہو جاتا ہے... خون ضائع کرنے کا علاج بہر حال کرنا پڑتا ہے... تبھی یہ مسئلہ حل ہوتا ہے۔"

"آپ کا شکریہ ڈاکٹر صاحب... میں نے آپ کو زحمت دی۔"

"لیکن ایک اور بات بھی ہو سکتی ہے۔" ڈاکٹر باقر چونکنے کے انداز میں بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کوئی بالکل نیا مرض ہو... جس میں انسان کا خون نیلا ہو جاتا ہے... اور اس کا علاج انہیں بس یہ سجھائی دے رہا ہو کہ سارا خون تبدیل کر دیا جائے..."

"اوہ ہاں ڈاکٹر صاحب... غور کی بات ہے... لیکن اس کام کے لیے وہ کوئی قانونی طریقہ اختیار کر سکتے تھے... لوگوں سے خون خریدا جا سکتا تھا۔"

"ہاں! یہ بھی ہے۔"

"تب پھر انسپکٹر صاحب یہ کوئی اور چکر لگتا ہے... ان آدمیوں کو گرفتار کر کے ہی ان سے اگلوانا ہوگا۔"

"ہوں... شاید آپ ٹھیک کہتے ہیں... آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

پھر انہوں نے فون بند کر کے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا:

"ہمیں ڈاکٹر جوائے شاہ کا سراغ لگانا ہوگا... اس کے لیے ایک ترکیب ذہن میں آتی ہے..."

"حیرت ہے... ترکیب کو تو فرزانہ کے ذہن میں آنا چاہیے تھا۔" فاروق بولا۔

"دھت تیرے کی..." محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"حد ہو گئی... پہلے ترکیب تو پوچھ لو۔" فرزانہ جل گئی۔

انسپکٹر جمشید انہیں ترکیب بتانے لگے... وہ خاموشی سے سنتے رہے... ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی چلی گئیں... آخر تینوں نے ایک ساتھ کہا:

"اوہ... اوہ... بہت زبردست ترکیب ہے۔"

"بس تو پھر... ہم ابھی اور اسی وقت ڈاکٹر فیروز دین نواب کے ہاں چل رہے ہیں۔"

"جی... یہ کون صاحب ہیں۔"

"ماضی کے بہت بڑے ڈاکٹر ہیں... انہوں نے اپنے پیشے سے بہت انصاف کیا ہے... یہ میرا بہت لحاظ کرتے ہیں... لہٰذا اپنے پروگرام کے مطابق ہم ان سے کام لیں گے۔"

"خوب... خوب... کیا وہ آپ کی مدد کریں گے۔"

"ہاں... کیوں نہیں... تم دیکھ ہی لو گے... ہم اسی وقت ان کے

ہاں چل رہے ہیں۔''

وہ ڈاکٹر فیروز دین نواب کی کوٹھی پہنچے... دستک دیئے پر خود انہوں نے ہی دروازہ کھولا... اور پھر چونک کر بولے:

''اوہو... ارے... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں... جمشید... یہ تم ہو... کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا...''

''جی نہیں... کم از کم اس وقت آپ خواب نہیں دیکھ رہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''آؤ آؤ... اور یہ ضرور محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں... میری بیگم ان کا بہت ذکر کرتی ہیں۔ اچھا ہوا... تم انہیں لے آئے... وہ مل کر بہت خوش ہوں گی... آؤ... اندر چلے آؤ۔''

وہ انہیں گھر کے اندرونی حصے میں لے آئے... ایک بہت بوڑھی عورت نے انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا... ڈاکٹر فیروز دین نواب نے ان کا تعارف کرایا تو وہ اچھل پڑیں... پھر نہایت گرم جوشی سے انہیں سینے سے لگایا...''

''آج میں بہت خوش ہوں... بہت آرزو تھی تم لوگوں سے ملنے کی...''

کچھ دیر تک وہ ان کی محبت بھری باتیں سنتے رہے۔ آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''ڈاکٹر صاحب! اب ذرا یہ بھی سن لیں کہ ہم لوگ کس سلسلے میں

آئے ہیں۔''

''ظاہر ہے، کسی کیس کے سلسلے میں ہی آئے ہوں گے...'' وہ مسکرائے۔

''جی... جی ہاں! ایسی بات ہے...'' یہ کہہ کر انہوں نے تفصیل سنا دی... ان کے خاموش ہونے پر وہ بولے۔

''اس میں شک نہیں... یہ معاملہ حد درجے پراسرار ہے... لیکن سوال یہ ہے کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔''

''اس سارے چکر کا ذمے دار کوئی ماہر ڈاکٹر ہے... ہم اس کی آواز سن چکے ہیں... ابھی ہمیں معلوم نہیں... وہ کر کیا رہا ہے... اس کا جرم کیا ہے... یہ معلوم کرنے کی ہم کوشش کر رہے ہیں... آپ سے تو بس اتنا چاہتے ہیں کہ شہر کے تمام ڈاکٹر حضرات کو اپنے ہاں ایک دعوت پر بلائیں... وہ سب یہاں آئیں... باتیں کریں... کھائیں پئیں... اور ہم دوسرے کمرے میں بیٹھے ان سب کو دیکھ رہے ہوں... ان کی آوازیں سن رہے ہوں... اس طرح ہم پہچان لیں گے کہ مجرم کون ہے... اس طرح ہمارے ہاتھ کوئی ثبوت نہیں لگے گا... لیکن اس کے بعد اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنا آسان ہو جائے گا... کیونکہ پھر ہم اس کی خفیہ نگرانی شروع کر دیں گے... اسے یہ بات معلوم نہیں ہو گی...''

''ہوں... میں سمجھ گیا... ویسے یہ سیدھا سادا کیس خون حاصل کرنے کا ہے... اور ظاہر ہے... بلڈ بینکوں میں اس گروپ کا خون ہو گا نہیں... اب اگر وہ کوئی ایسا آدمی تلاش کر لیتے ہیں، جس کا خون ان کے کام آ سکتا ہے تو ظاہر ہے،

Scanned by CamScanner

وہ غیر قانونی طور پر ہی اس کا خون حاصل کریں گے... قانون تو انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے گا نہیں... یرقان زدہ رنگ اسی طرح اشارہ کر رہا ہے کہ ان لوگوں کے جسموں کا خون ضائع ہو جاتا ہے... وہ پھر اس ڈاکٹر کی مدد سے خون اپنے جسموں میں ڈلوا رہے ہیں... خالی ہونے لگتے ہیں تو پھر ڈاکٹر کو بلاتے ہیں... ہو سکتا ہے... ایسے لوگوں کا انتظام بھی انہوں نے خود ہی کیا ہو ...اور ظاہر ہے... ایسا انہوں نے لوگوں کو اغوا کر کے کیا ہوگا... اغوا کیے گئے افراد اس کام کے لیے مناسب رہے ہوں گے... اللہ اپنا رحم فرمائے... اپنے لوگوں کو بچانے کے لیے نہ جانے انہوں نے کتنے لوگوں کے جسموں کا خون اب تک حاصل کیا ہوگا... اور جمشید! اگر تم نے انہیں گرفتار نہ کیا تو نہ جانے وہ اور کتنے لوگوں کے جسموں کا خون حاصل کریں گے... کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا... ان حالات میں ان پر [illegible] ضروری ہے۔"

"[illegible] بات صاف ہو گئی... لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ سات آدمی آخر کون ہیں... ان کی اہمیت کیا ہے۔" محمود بولا۔

"وہ بھی... ہوں گے بہت [illegible]... دولت کے بل پر اپنی زندگیوں کو بچاتے پھر رہے ہیں... ظاہر ہے... پہلے کسی اور شہر میں یا کسی اور جگہ ہوں گے... یہاں ان کا ساتھ دینے والا کوئی ڈاکٹر مل گیا... بس انہوں نے کہہ دیا کہ ادھر آ جاؤ..."

"کہانی یوں بھی فٹ نہیں بیٹھتی نا انکل۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیوں... کیوں فٹ نہیں بیٹھتی بھلا؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ اس طرح کہ اس حویلی میں ان ناموں کے لوگ واقعی رہتے تھے... اور وہ سات بھائی تھے... لیکن پھر وہ فوت ہو گئے تھے... ان کی حویلی پر گاؤں کے نمبردار نے قبضہ کرنا چاہا تو حویلی کے آسیب نے اسے بھگا دیا... اور لوگوں نے بھی کوشش کی... وہ بھی بھاگ آئے... اب یہ بات تو اس کہانی میں فٹ نہیں آتی۔"

"کیوں نہیں آتی... بالکل آتی ہے۔" ڈاکٹر فیروز دین نواب پرجوش انداز میں بولے۔

"وہ کیسے؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی۔

"وہ ایسے کہ اس ڈاکٹر نے اس حویلی پر قبضہ کر رکھا ہے... آسیب کا ڈھونگ رچا کر... اور اس قسم کے جرائم وہ وہاں کرتا ہے..."

"خوب خوب... آپ کو تو کوئی سراغ رساں ہونا چاہیے تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میں نے جاسوسی ادب کو بہت پڑھا ہے۔"

"اوہ اچھا... تو پھر اس پر بھی رائے زنی فرمائیے... ان سات افراد کو کرائے کے سات مکان لینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"حویلی کی آب و ہوا انہیں راس نہیں آ رہی ہوگی... خون کے مریضوں کا یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ تہہ خانوں وغیرہ جیسی جگہوں میں نہیں رہ سکتے۔"

Scanned by CamScanner

"اور ہماری ملاقات ڈاکٹر جوائے شاہ اور سیاہ پوش سے کہاں ہوئی تھی ابا جان۔"

عین اس لمحے چھت کی طرف سے ایک زوردار اور خوفناک آواز سنائی دی۔ وہ بُری طرح اچھلے اس کے فوراً بعد ایک ہولناک قہقہہ سنائی دیا۔

☆☆☆

سیاہ بٹن

قہقہے کی آواز کے ساتھ چھت میں ایک چوکور خلا نظر آیا... اور اکرام کی آواز سنائی دی...

"آپ کا خیال سو فیصد درست نکلا سر... یہاں خلا یہاں موجود ہے۔"

"اور یہ آوازیں کیسی تھیں۔"

"جونہی میں نے اس سوراخ پر فٹ کیے گئے ڈھکنے کو سرکایا... یہ آوازیں بلند ہونے لگیں..." اکرام نے بتایا۔

"تب تو ٹھیک ہے... یہ سارا ڈھونگ رچایا گیا ہے... اب اگر ایسے میں لائٹ بھی آف ہو... تو گھپ کمرے میں لوگ ڈریں گے نہیں تو کیا کریں گے... اور اگر ان پر اوپر سے حملہ ہو جائے تو وہ بے چارے اپنا بچاؤ کر ہی کیسے سکیں گے... یہی وجہ تھی کہ ہم بے ہوش ہو گئے تھے... اور اسی کمرے سے ہمیں اندر ہی اندر تہہ خانے میں لے جایا گیا تھا... اب ظاہر ہے کمرے کے فرش میں ہی کوئی راستہ کھلے گا... لہٰذا آ جاؤ نیچے... ارے ہاں... اس

کمرے میں ایک اور دروازہ ہے... اس طرف ضرور وہ کمرہ ہے جس میں ہمیں رکھا گیا تھا اور واقعی دوسرا کمرہ وہی تھا... "اب انہوں نے اس کے فرش کا جائزہ لیا... ایسے میں فاروق کی نظر دیوار پر لگے ایک پرانے فریم پر پڑی... وہ بہت وزنی لکڑی کا تھا... اس پر تصویر بھی لکڑی کی تھی... لکڑی کو کھود کر بنائی گئی تھی...

اسے فریم کی طرف دیکھتے پا کر سب اس کی طرف بڑھے... انسپکٹر جمشید نے فریم کو ہلا جلا کر دیکھا... اس میں صرف اوپر کی طرف ہک لگے ہوئے تھے... انہوں نے فریم کا نچلا حصہ اٹھایا تو اس کے پیچھے سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں...

"ارے... تہہ خانے کا راستہ تو پیدا ہے تو آسان کام ہو گیا۔" وہ

ہے... یعنی خون تبدیل کرنے کا پورا انتظام کیا گیا تھا...

"اب اس میں کوئی شک نہیں رہ گیا کہ یہاں ایک انسان کا خون دوسرے انسان میں ڈالا جاتا ہے... اور پہلے کے جسم میں دوسرے کا خون منتقل کیا جاتا ہے... اس طرح یہ لوگ اپنے آدمیوں کو کچھ وقت کے لیے بچا لیتے ہیں... لیکن دوسروں کو موت کے منہ دھکیل دیتے ہیں۔"

"یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے... لیکن... سوال تو یہ ہے کہ پہلے آدمی کے جسم میں جب بیمار خون ڈالا جاتا ہے... تو وہ نیلا کیوں ہو جاتا ہے۔"

"اس سوال کا جواب ہم ڈاکٹر جوائے شاہ سے پوچھیں گے... فکر نہ کرو۔"

"اور اس تک ہم ڈاکٹر فیروز دین نواب صاحب کی وجہ سے

Scanned by CamScanner

"ابھی تو تم آگے آگے دیکھنا... کس کس چیز کا شکریہ ادا ہوتا ہے۔"
فاروق کی شوخ آواز ابھری۔

"اچھا... دیکھ لیں گے۔" محمود نے فوراً کہا۔

فاروق اسے گھور کر رہ گیا... فرزانہ مسکرانے لگی... اب تہہ خانے کی چیزوں سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے گئے... یہ دیکھ کر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا کہ وہاں نشانات بہت واضح تھے... گویا اس سلسلے میں کوئی احتیاط نہیں کی گئی تھی کہ کسی چیز پر انگلیوں کے نشانات نہ آئیں... غالباً انہیں یقین تھا... اس حویلی کی طرف کوئی نہیں آئے گا... کسی کا خیال اس تک نہیں پہنچے گا...

انسپکٹر جمشید نے ڈاکٹر فیروز نواب دین کے نمبر ملائے، سلسلہ ملنے پر بولے:

"ہاں تو کیا رہا۔"

"سب کو دعوت نامے پہنچا دیے ہیں... رات نو بجے دعوت کا وقت مقرر کیا ہے۔"

"بالکل ٹھیک... آپ کا بہت بہت شکریہ... دعوت کے تمام تر اخراجات میں ادا کروں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔" ڈاکٹر صاحب شکایت بھرے لہجے میں بولے۔

"یہ بات اس طرح ہوئی کہ میں ایسے کام کرتا رہتا ہوں۔"

"خیر... اس پر بعد میں بات کر لیں گے۔"

"میں تمام انتظامات کے لیے خود آ رہا ہوں۔"

"ضرور... کیوں نہیں..." انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکٹر فیروز دین نواب کی کوٹھی پہنچ گئے... دعوت کا انتظام باغ میں کیا جا رہا تھا... اس سلسلے میں پروفیسر داؤد نے اپنا کام شروع کیا... انہیں بھی اپنے آلات نصب کرنے تھے... خفیہ آلات... اور ان کی مدد سے ان لوگوں کو کوٹھی کے کمرے میں بیٹھ کر دعوت میں آنے والے سب لوگوں کو دیکھنا تھا اور ان کی آوازیں سننا تھیں، کیونکہ وہ ڈاکٹر جوائے شاہ کی آواز سن چکے تھے اور جس کی آواز وہ ایک بار سن لیتے تھے... دوبارہ سنتے ہی جان لیتے تھے کہ یہ فلاں کی آواز ہے...

انہوں نے اس کمرے کا جائزہ لیا... جو ان کے بیٹھنے کے لیے تیار کیا گیا تھا... ایسے میں فرزانہ نے چونک کر کہا:

"ایک بات کی طرف تو ہم نے توجہ نہیں دی ابا جان۔"

"بھئی یہ بات تم اپنی اور ہماری حد تک تو کہہ سکتی ہو... ابا جان کے بارے میں نہیں..." فاروق نے منہ بنایا۔

"چلو یونہی سہی... اور وہ بات ہے کہ ہو سکتا ہے... حویلی کے کمرے میں ڈاکٹر جوائے شاہ نے بدلی ہوئی آواز میں بات کی ہو... کیا اس صورت میں بھی ہم اس کی اصل آواز سن کر پہچان لیں گے۔"

"میں تمہارے بارے میں تو نہیں کہہ سکتا... ہاں! میں ضرور پہچان

لوں گا... چاہے... اس نے اس وقت آواز بدل کر بات کی ہو... یا کل یہاں آواز بدل کر بات کرے... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"اور اگر وہ ضرورت سے زیادہ چالاک آدمی ثابت ہوا اور اس نے یہاں کوئی بات ہی نہ کی۔" محمود نے سوال اٹھایا۔

"اس صورت میں ہم کسی کے ذریعے اسے بات کرنے میں مجبور کر دیں گے... مثلاً ہم ڈاکٹر فیروز دین نواب صاحب سے ہی خفیہ طور پر کہہ دیں گے کہ فلاں ڈاکٹر صاحب بالکل خاموش ہیں... جا کر ان سے بات شروع کریں... اب ظاہر ہے... جب میزبان اپنے مہمان کے پاس خود ہی چل کر جائے گا اور اس سے علیک سلیک کرے گا تو کیا وہ گونگا بن کر بیٹھا رہے گا۔"

"نہیں خیر... اب کوئی اس حد تک بھی زبان بند نہیں رکھ سکے گا... البتہ کوئی حد ہی سے زیادہ خاموش رہے تو وہ تو یوں بھی شک کی زد میں آ جائے گا۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔"

"لہٰذا تم فکر نہ کرو... مجرم ہمارے اس جال میں ضرور آئے گا۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" فرزانہ بولی۔

"آمین!" ان سب کے منہ سے نکلا۔

عین اس لمحے فرزانہ کی نظر ایک چیز پر پڑی... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں... پھر اس کے منہ سے نکلا:

"اُف مالک... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔"

"کیا دیکھ رہی ہو... جلدی سے ہمیں بھی دکھاؤ۔"

"یہ... یہ دیکھیے... سیاہ بٹن... اس کا مطلب ہے... اس کمرے میں ہونے والی گفتگو باہر کہیں سن لی گئی ہے... مجرم نے ہمارا پروگرام جان لیا ہے... لہٰذا وہ اس دعوت میں آئے گا ہی نہیں... ابھی تک ہمیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں اور اس کے پاس کل تک کا وقت ہے... لہٰذا وہ غائب ہو جائے گا... اور پھر ہم اس کی تلاش میں چکراتے پھریں گے۔"

"ارے باپ رے... یہ... یہ کیا ہوا... یہ بٹن مجرم نے یہاں کس طرح پہنچا دیا... آؤ... ڈاکٹر صاحب سے بات کریں۔"

"یہ تو بہت عجیب بات ہو گئی جمشید۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"عجیب نہیں پروفیسر صاحب... غریب۔" خان رحمان افسوس زدہ انداز میں بولے۔

پھر وہ باہر کی طرف لپکے... ڈاکٹر فیروز دین نواب باغ میں کام کر رہے تھے... ان کے نزدیک پہنچتے ہی انسپکٹر جمشید بولے:

"یہ تو سارا کام خراب ہو گیا ڈاکٹر صاحب۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر ان کی طرف مڑے۔

"آیئے ہمارے ساتھ۔"

وہ انہیں اس کمرے میں لے آئے... اور سیاہ بٹن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے:

"یہ دیکھیے..."

Scanned by CamScanner

"یہ کیا ہے... سیاہ بٹن۔"

"یہ سیاہ بٹن نہیں ہے... بات چیت سننے کا آلہ ہے... ہم نے اس کمرے میں جو گفتگو تھوڑی دیر پہلے کی ہے... وہ سب کی سب سن لی گئی ہے... لہٰذا اس دعوت کا کوئی فائدہ ہمیں نہیں پہنچے گا۔"

"اوہ... تن نہیں... یہ... یہ یہاں آیا کیسے؟"

"یہ تو اب ہم دیکھیں گے... آپ یہ بتائیں... صبح سے اب تک یہاں کون کون آیا ہے۔"

"صرف سامان لانے والے مزدور لوگ آئے ہیں اور بس۔"

"لیکن اس کمرے میں تو ایسا کوئی سامان نہیں لایا گیا تھا... اور کسی کو پتا بھی نہیں تھا کہ ہم اس کمرے کو استعمال کریں گے... یہ تو بس آپ کو معلوم تھا۔" انہوں نے شک بھری نظروں سے ڈاکٹر فیروز دین نواب کو دیکھا۔

"ارے باپ رے... جشید... تم... کیا تم مجھ پر شک کر رہے ہو۔"

"مجبوری ہے... ورنہ پھر آپ خود بتائیں... یہ کام کس کا ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم..." وہ جھنجلا کر بولے۔

"اوہ! آپ تو بُرا مان گئے۔"

"تو کیا جشید... میں بُرا بھی نہ مانوں... یعنی اب تم مجھ پر بھی شک کر رہے ہو۔"

"مجبوری ہے..." انسپکٹر جشید نے بھی منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"دیکھیے... ڈاکٹر صاحب... بالکل سامنے کی بات ہے... اس پروگرام کا علم صرف آپ کو ہے... یہاں کس طرح ہمیں کام کرنا تھا، یہ بھی آپ کو معلوم ہے... ان حالات میں آخر اس کمرے میں یہ آلہ کہاں سے آگیا۔"

"تو تمہارا مطلب ہے... یہ میں نے یہاں رکھا ہے۔"

"ہم نے یہ نہیں کہا... لیکن آپ کو بھی تو تسلیم کرنا چاہیے کہ اس جگہ کوئی کس طرح آسکتا ہے... جب کہ آپ بھی تمام وقت یہاں موجود رہے ہیں۔"

"میں نے بتایا نا... مزدور لوگ آئے ہیں۔"

"کسی مزدور کو اس کمرے میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔" انسپکٹر جشید نے سخت لہجے میں کہا۔

"تم... جشید مجھ سے اس لہجے میں بات کر رہے ہو... یہ میرا گھر ہے... میں نے تمہارے کہنے پر اس دعوت کا انتظام کیا ہے... اگر یہ سارا چکر میرا چلایا ہوا ہے... تب تو تم میری آواز سن رہے ہو... کیا میری آواز اس کی آواز ہے... جس نے تم سے بات کی تھی۔"

"نہیں! آپ کی آواز وہ نہیں... ہم اس بٹن کی بات کر رہے ہیں... آپ اس کی وضاحت کریں۔"

"مجھے افسوس ہے... میں کوئی وضاحت نہیں کر سکوں گا... اور میں اس دعوت کو بھی کینسل کر رہا ہوں... سب کو ایک ایک فون ہی تو کرنا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے... آپ کو میری بات پر غصہ آگیا... میں معافی چاہتا ہوں... دراصل اس بٹن کی یہاں موجودگی نے ایسی باتیں کرنے پر مجبور کر دیا تھا... ورنہ ایسی کوئی بات نہیں کہ ہمیں آپ پر شک ہے... آپ کا تو اس معاملے سے دور کا بھی تعلق نہیں... مہربانی فرما کر اس دعوت کو ہو جانے دیں... میں اس کے تمام تر اخراجات ادا کروں گا۔"

"بات اخراجات کی تو ہے ہی نہیں جمشید۔"

"آپ یہ بھی تو دیکھیں... آخر یہ بٹن یہاں کس طرح پہنچ گیا۔"

"اس پر خود مجھے بھی حیرت ہے... لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ مجھ پر ہی شک کرنا شروع کر دیں۔"

"ہم نے آپ پر شک نہیں کیا... صرف اس بٹن پر حیرت ظاہر کی تھی... آپ اس سے یہ سمجھ گئے کہ ہم آپ پر شک کر رہے ہیں۔"

"اچھا خیر... میں اپنا فیصلہ واپس لیتا ہوں... دعوت یہاں ہو گی.." وہ مسکرا دیے، لیکن ان کی مسکراہٹ پہلے جیسی نہیں تھی...

"اس بٹن کی یہاں موجودگی کے بعد کیا ہم اس دعوت کا کوئی فائدہ اٹھا سکیں گے ابا جان!" فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"یہی میں سوچ رہا ہوں... بٹن کی موجودگی ہم سے کہہ رہی ہے کہ ہمارا مجرم پوری طرح ہوشیار ہو چکا ہے... اور وہ ہمارے جال میں نہیں آئے گا..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیسے نہیں آئے گا... فرض کیجیے... وہ یہاں آتا ہی نہیں... تو اس

صورت میں بھی وہ ہماری نظروں میں نہیں آ جائے گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"اوہ ہاں! لیکن اس صورت میں تمام ڈاکٹر حضرات کے ناموں کی لسٹ ہمارے پاس ہونی چاہیے۔"

"بالکل ہے... تم فکر نہ کرو۔"

آخر دوسرے روز رات نو بجے کے بعد مہمانوں کی آمد شروع ہوئی... مہمانوں کے ناموں کے مطابق کرسیاں لگائی گئی تھیں... کرسیوں پر نام بھی لکھ دیے گئے تھے... اس طرح اگر کوئی ڈاکٹر نہ آتا تو اس کے بارے میں فوراً ہی معلوم ہو جاتا... جلد ہی تمام کرسیاں پُر ہو گئیں... اس کا مطلب تھا... کوئی ڈاکٹر غیر حاضر نہیں رہا تھا...

وہ اپنے کمرے میں بیٹھے ان سب کی آوازیں سنتے رہے... ٹی وی کیمروں کے ذریعے سب کو دیکھ بھی رہے تھے اور ان کی آوازیں بھی سن رہے تھے...

دعوت ایک گھنٹے تک جاری رہی... لیکن کسی کی آواز بھی مجرم کی آواز جیسی محسوس نہ ہوئی... تنگ آ کر انسپکٹر جمشید خود باغ میں آ گئے... وہ مہمانوں کے آس پاس منڈلانے لگے... ان کی بات چیت سننے لگے... اس طرح بھی انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی... آخر دعوت ختم ہو گئی۔

"یہ... یہ... کیا ہوا ابا جان۔"

"کچھ بھی نہیں ہوا... ہمارا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا... اور اس کا مطلب صرف اور صرف ایک ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ مجرم ان ڈاکٹروں میں سے کوئی ہے ہی نہیں... شہر کے ڈاکٹروں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے... وہ ڈاکٹر ضرور ہے... لیکن ہے کوئی باہر کا آدمی۔"

"اوہ... اوہ... تب آپ اس تک کیسے پہنچیں گے۔"

"اس سیاہ بٹن کے ذریعے۔" وہ مسکرا دیے۔

"جی... کیا مطلب؟"

"وہ شروع سے ہماری ٹوہ میں رہا ہے... اسے پہلے ہی ڈر تھا کہ ہم اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں گے... اس لیے اس نے پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو اغوا کرایا تا کہ ہم اس طرف متوجہ ہو جائیں... لیکن ہم نے ان کی طرف توجہ نہ دی... کیونکہ ایسا ہمارے ساتھ ہوتا رہتا ہے... اور اب میں اس کیس کا ایک نئے سرے سے جائزہ لے رہا ہوں۔"

"نئے سرے سے... آپ کا مطلب ہے... ہمیں پھر سے محنت کرنا ہو گی۔" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"اس حد تک نئے سرے سے نہیں... حویلی میں ایک دو چیزیں ایسی نظر آئی ہیں کہ آگے بڑھنے کا ایک نیا راستہ مل گیا ہے... ایک منٹ ٹھہرو۔"

اب انہوں نے کسی دوست کو فون کیا... اس سے گول مول انداز میں کچھ باتیں پوچھیں... پھر فون بند کر کے ان سے بولے:

"آؤ چلیں... ہمیں ابھی اور اسی وقت ایک جگہ جانا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے... ہم نئے سرے سے کام شروع کر رہے ہیں۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں مجبوری ہے... اس کیس کا مجرم دراصل مکمل طور پر چھپا رستم ہے۔"

"کیا وہ اب تک ہمارے سامنے نہیں آیا۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آ چکا ہے..." انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"اوہ... یہ تو عجیب بات ہو گئی... اگر وہ ہمارے سامنے آ چکا ہے تو پھر چھپا رستم کیسے ہو گیا۔"

"جب تم اسے دیکھو گے تو خود کہ اٹھو گے... واقعی یہ تو چھپا رستم ہے۔"

"تب پھر جلدی چلو جمشید... مارے بے چینی کے میرا برا حال ہے۔" خان رحمان بولے۔

"اور میرا بھی جمشید... کہیں تم یہ نہ سمجھ لو کہ صرف خان رحمان کا برا حال ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

وہ مسکرا دیے... پھر وہ خان رحمان کی بڑی گاڑی میں روانہ ہوئے... اور ایک بہت بڑی عمارت کے سامنے پہنچے۔ عمارت پر نیشنل لائبریری کا بورڈ آویزاں تھا۔

"ارے یہ کیا... یہ تو آپ ہمیں ایک عدد لائبریری کے سامنے لے

Scanned by CamScanner

آئے......"

"ہاں مجبوری ہے...... آؤ......"

پھر وہ لائبریری میں داخل ہوئے۔ اندر گنجے سر والا ایک بوڑھا لائبریری کاؤنٹر کے پیچھے براجمان مطالعے میں مگن تھا۔ ان کے قریب آنے پر اس نے سر اُٹھا کر چشمے کے پیچھے سے انہیں گھورا...... اور پھر اچانک اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے جمشید میاں آپ! ایک عرصے بعد آپ کی صورت دیکھی ہے...... کہاں گئے تھے بھائی......"

"کمال ہے سلیم بھائی...... اٹھارہ برس بعد بھی آپ نے فوراً پہچان لیا......"

"آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں جناب......" اس نے پہلے انسپکٹر جمشید اور پھر باری باری سب سے ہاتھ ملایا...... "چالیس برس کے قریب ہو گئے اس کرسی پر بیٹھے بیٹھے...... اور اس دوران محکمہ سراغرسانی کے صرف دو افسران کو یہاں باقاعدہ آتے جاتے دیکھا...... ایک آپ اور دوسرے کرنل فریدی جو آپ سے پہلے آیا کرتے تھے...... نہ جانے آج کل کہاں ہیں کرنل...... اور آپ نے کیوں آنا چھوڑ دیا......"

"بس کچھ تو پیشہ ورانہ مصروفیات اجازت نہیں دیتیں...... اور کچھ میں نے بھی اپنے گھر کے ایک بڑے کمرے میں کتابوں، رسالوں اور اخباروں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا ہوا ہے...... کبھی کیس کے سلسلے میں ضرورت

پڑ جاتی ہے تو کافی معلومات تو وہیں سے مل جاتی ہیں...... بس آج کچھ ایسی بات تھی کہ پبلک لائبریری کی کتابوں کے پرانے ذخیرے کو کھنگالنے چلے آئے......"

"ضرور ضرور...... کیوں نہیں...... جہاں چاہیں دیکھ لیں......"

"مجھے ڈسکوری سائنس میگزین کے ساٹھ سال پرانے شمارے درکار ہیں......"

"ہاں وہ اس طرف، بائیں ہاتھ کی آخری کوریڈور میں دوسرے نمبر کے ریک میں لگے ہیں...... آپ کہیں تو یہیں منگوا دوں۔ جہاں مطالعے کے کیبن میں اطمینان سے بیٹھ کر ورق گردانی کرتے رہیے گا۔"

چند منٹ بعد ہی وہ ایک ایک شمارہ ہاتھ میں سنبھالے اپنی تحقیق میں ڈوب چکے تھے...... انسپکٹر جمشید نے انہیں بتا دیا تھا کہ انہیں کس نوعیت کی خبریں درکار ہیں...... آخر سات گھنٹے بعد وہ لائبریری سے باہر نکلے تو ان کے چہرے کامیابی کی خوشی سے تمتما رہے تھے۔ انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں کچھ صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں تھیں۔

"اب ہمارا اگلا قدم کیا ہو گا......" فرزانہ نے بے چینی سے پوچھا۔

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ کیس اس کروٹ بیٹھے گا......"

"تو تم نے کیا سوچا تھا کہ یہ کس کروٹ بیٹھے گا۔" محمود بول اُٹھا۔

"اچھا اب تم لوگ شروع مت ہو جانا...... ہمیں فوری طور پر ایکشن لینا ہو گا...... اور ہمارے پاس غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ یہ ہمارے لئے آخری موقع ہے۔"

Scanned by CamScanner

”ہاں بالکل ...... اور ہماری ذرا سی چوک ان لوگوں کو خبردار کر سکتی ہے۔“

”تو اب ہمیں جانا کہاں ہوگا......“

☆☆

اور پھر رات کی تاریکی میں ان کا سفر شروع ہوا ...... اکرام اور کئی پولیس کمانڈوز ان کے ساتھ تھے۔ شہر سے نو کلومیٹر جنوب مشرق کی طرف مسلسل سفر کرنے کے بعد وہ ایک سنسان علاقے میں آ پہنچے ...... آخر چند منٹ اور چلنے کے بعد انسپکٹر جمشید نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ وہ اترے اور ساتھ ہی سمندر کی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا ان کے چہروں سے ٹکرائی۔ اب انہوں نے چاروں طرف دیکھا اور انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ان کے ایک طرف سمندر تھا اور دوسری طرف اونچی اونچی خوفناک پہاڑیاں ...... ایک طرف کافی گہرا اور تنگ درّہ تھا ...... اتنا تنگ کہ کھڑے ہو کر اس کے اندر جانا ناممکنات میں سے تھا۔

انسپکٹر جمشید پہلے ہی سب کو مکمل طور پر خاموش رہنے کا اشارہ کر چکے تھے۔ دس پندرہ منٹ بعد تک اندھیرے راستوں پر چلنے سے ان کے ہاتھوں پیروں پر جا بجا خراشیں پڑ گئیں ...... انہوں نے ٹارچ بھی نہیں جلائی تھی ...... تقریباً اتنا ہی اور چلنے کے بعد انہوں نے خود کو بڑے بڑے اونچے ستونوں والے کمرے میں پایا ...... یہ ایک کافی بڑا ہال تھا جس کے ایک طرف دور کونے میں نہایت ہلکی سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہ اس طرف بڑھے۔ ان کے پیچھے

اکرام اور کمانڈوز بھی پوزیشن لیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ روشنی ایک دروازے کے ننھے ننھے سوراخوں سے جھلک رہی تھی ...... یہاں آ کر وہ سب رک گئے ...... یہاں کم از کم اتنی روشنی تھی کہ وہ سب ایک دوسرے کے چہرے دیکھ سکتے تھے۔ انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دباؤ ڈالا اور وہ کھلتا چلا گیا اور وہ اندر داخل ہو گئے۔

”ارے! یہ کیا ...... یہ تو آپ ہمیں کسی قدیم مذہب کی عبادت گاہ میں لے آئے ......“ فاروق نے چونک کر کہا۔

”ہاں! مجبوری ہے... آؤ...“

اندر ایک پجاری نما شخص آلتی پالتی مارے سونے کے ایک بہت بڑے بت کی طرف منہ کئے بیٹھا ...... بہت اونچی چھت والے اس ہال میں سنہرے رنگ کا یہ بت بہت عظیم الشان تھا۔ انسپکٹر جمشید نے اس کا کندھا پکڑ کر ہلایا... وہ چونک کر مڑا:

”کک... کون... کیا ہے... کیوں میری عبادت میں دخل دے رہے ہو... کون ہو تم......؟“

”ہمیں پروہت سے ملنا ہے۔“

”میں ہی اس عبادت گاہ کا پروہت ہوں...“

”اوہو اچھا... ارے ہاں واقعی... تم نے ٹھیک کہا... تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟“

”میرے ساتھی... کون سے ساتھی۔“

Scanned by CamScanner

"تو کیا تم اس عبادت گاہ میں اکیلے ہی ہوتے ہو؟"

"نہیں... ادھر ادھر سے اور لوگ آتے ہیں..."

"میں اس کھنڈر کے اندر کی بات کر رہا ہوں... یہاں اس کھنڈر میں کہیں اندر یا اس کے نیچے تہہ خانے میں تمہارے ساتھیوں کی بات کر رہا ہوں۔"

"یہاں تو بس میں ہی ہوں..."

"اچھا تو پھر ہمارے ساتھ اندرونی کمرے میں چلیے۔"

"لیکن کیوں... بات کیا ہے؟"

"ہم اس کھنڈر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"کیوں... کیا کیا ہے ہم نے؟" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"ہمارا تعلق پولیس سے ہے... ہمیں اپنا کام کرنا ہے... سمجھے تم۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"اب مجھے بڑے پروہت کو بتانا پڑے گا۔"

"یہی تو میں نے اس وقت کہا تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اب اس نے موبائل نکال کر نمبر ملائے... اور سیٹ کان سے لگا لیا...

"پولیس آئی ہے... کھنڈر کی تلاشی لینا چاہتی ہے... جلدی آئیے......"

"آ رہا ہوں... گھبراؤ نہ۔"

انہوں نے موبائل میں آواز سنی... پروہت نے موبائل جیب میں

رکھ لیا اور بولا:

"وہ آ رہے ہیں۔"

جلد ہی لمبے قد کا ایک آدمی اندرونی کمرے سے نکل کر ان کے نزدیک آ گیا، اس کا حلیہ بہت عجیب و غریب تھا... سر ضرورت سے زیادہ اونچا تھا... اس نے بھی بال منڈوائے ہوئے تھے۔ آتے ہی پہلے تو اس نے ان سب کو نظر بھر کر دیکھا، پھر سرد آواز میں بولا:

"ہاں جی... کیا بات ہے... یہ ہماری عبادت گاہ کی تلاشی لینے کا خیال آپ کو کیسے آ گیا۔"

"بس آ گیا... ہمارے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں... اگر آپ نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو آپ کو بھی پکڑ کر بند کر دیں گے۔"

"خیر... یہ اتنا بھی آسان نہیں..."

"او ہو اچھا... یہ بات بھی ہے۔"

"ہاں... ہمیں لاوارث نہ سمجھئے گا......"

"اچھی بات ہے... آپ تلاشی کے کام میں رکاوٹ ڈال کر دکھائیں... پھر ہم بھی آپ کو بتائیں گے۔"

"فی الحال تو مجھے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے... جب ضرورت محسوس کریں گے، آپ کے آگے دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں گے۔"

"خوب خوب... ویسے آپ کی آواز کچھ کچھ جانی پہچانی نظر آتی ہے۔" اتنے میں محمود بول اٹھا۔

Scanned by CamScanner

انسپکٹر جمشید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا:

"کیا واقعی محمود۔"

"جی ہاں بالکل۔" محمود کی بجائے فرزانہ بول اٹھی۔

"اوہو اچھا... یہ بات بھی ہے۔"

"جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں۔" فاروق پر جوش سوار ہو گیا۔

"خبردار بھئی تب تو۔" انسپکٹر جمشید نے عجیب سے انداز میں کہا اور ساتھ ہی ان کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

"کیا مطلب... یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"اس میں قصور ہمارا نہیں... آپ کی آواز کا ہے۔" محمود مسکرایا۔

"حد ہو گئی... پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو تم۔" وہ چیخ اٹھا۔

"آپ اندرونی کمرے میں چلیں... بلکہ میں تو کہتا ہوں... تہہ خانے میں چلیں۔"

"کیسا تہہ خانہ... یہاں کوئی تہہ خانہ نہیں ہے... یہ سینکڑوں سال پرانی عبادت گاہ ہے... یہاں قدیم روحیں منڈلاتی رہتی ہیں... خیریت اسی میں ہے کہ آپ سیدھے واپس چلے جائیں۔"

"اوہو... اچھا یہ بات بھی ہے... خیر... ہم بھی بدروحوں سے کم نہیں ہیں... تم ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"جو کرنا ہے، کر لو... مشکل میں پھنس گئے تم۔" اس نے یہ کہتے ہوئے ہاتھ اٹھا دیے۔

"چلو اندر۔"

وہ اندرونی کمرے میں آئے... کمرے کے فرش پر بہت موٹا قالین بچھا ہوا تھا... انسپکٹر جمشید نے اچانک اس کے سر پر ایک ہاتھ رسید کر دیا... وہ چکرا کر گرا... اور ساکت ہو گیا... اس کے ساتھ ہی انہوں نے قالین کا ایک کونا پکڑ کر اٹھا دیا... فرش میں لکڑی کا ایک تختہ لگا نظر آیا... انہوں نے اس کو پکڑ کر اٹھایا تو سیڑھیاں نظر آئیں... اب تو ان پر جوش سوار ہو گیا... پستول ہاتھ میں لیے وہ نیچے اترتے چلے گئے...

انہوں نے دیکھا... وہ ایک لمبا چوڑا ہال تھا... اس میں چودہ بستر لگے ہوئے تھے۔ ان میں چادر اوڑھے لوگ سوئے ہوئے تھے:

"ارے واہ... یہ تو سب کے سب یہاں موجود ہیں... حیرت ہے... کمال ہے۔"

"اُف مالک! یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں... یہ تو ناصر کمال وغیرہ وغیرہ ہیں... وہی زرد چہروں والے مرد اور عورتیں..." محمود نے ایک کی چادر الٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں! یہ وہی ہیں... دراصل ان کے لالچ کی وجہ سے ان کے خون میں کچھ جراثیم پیدا ہو گئے ہیں... ان کا خون اندر ہی اندر ختم ہو جاتا ہے... یہ بات نہیں کہ منہ یا ناک وغیرہ کے راستے ضائع ہو جاتا ہے... بلکہ جسم کے اندر کسی طرح ختم ہو جاتا ہے... اسی لیے ان کے رنگ بالکل زرد ہیں... ان کے زندہ رہنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے... یہ کہ ان کے جسموں کا خون تبدیل

Scanned by CamScanner

کر دیا جائے... اس طرح یہ کسی بھی شخص کو پکڑ لیتے ہیں اور اس کا خون اپنے کسی ساتھی کے جسم میں ڈال دیتے ہیں۔"

"لیکن کیسے؟"

"اس کام کے لیے انہوں نے حویلی میں آپریشن تھیٹر بنا رکھا ہے... اور انہیں کسی ڈاکٹر کی ضرورت بھی نہیں... کیونکہ ناصر کمال یا اس کا بھائی خود ڈاکٹر ہے... بجاد وان سب کو خود ہی تصدیق کر دیں گے... اکرام تم بھی آجاؤ..." انہوں نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"ہم حاضر ہیں سر۔"

اکرام اور اس کے ماتحت بھی ہال میں آ گئے... ان سب کو گرفتار کر لیا گیا... ان کے رنگ کچھ تو پہلے ہی زرد تھے... کچھ گرفتاری پر اور زرد ہو گئے... یہ واقعی وہی ساتوں تھے... جن سے ان کی ملاقات سات گھروں میں ہوئی تھی... حویلی کے نیچے تہہ خانے سے انگلیوں کے جو نشانات ملے تھے... وہ بھی انہی کے ثابت ہوئے... لہٰذا ان کے خلاف ثبوت بالکل مکمل تھا... انہوں نے اپنی زندگیوں کو بچانے کے لیے کتنے ہی انسانوں کے خون اپنے جسموں میں داخل کیے تھے...

"سوال یہ ہے کہ جب تم اپنا خون کسی دوسرے کے جسم میں داخل کرتے ہو... تو وہ نیلا کیوں ہو جاتا ہے۔"

"خون تبدیل کرنے سے وہ نیلا نہیں ہوتا... ہمارے خون پہلے ہی نیلے ہو چکے ہیں... اور یہ بیماری ہماری سمجھ سے باہر ہے... دنیا بھر میں ایسی

بیماری کہیں نہیں سنی گئی... ہم خون تبدیل کرتے ہیں... تو چھ سات سال تک گزارا ہو جاتا ہے... پھر خون تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔"

"لیکن ایسا کیوں ہوا... تمہیں یہ بیماری کیسے لاحق ہوئی؟"

وہ سر جھکائے خاموش کھڑا رہا۔ ہال میں ایک بوجھل قسم کی خاموشی طاری ہو گئی۔ وہ سب چپ تھے اور ان کے چہرے بالکل سپاٹ... سوائے انسپکٹر جمشید کے... جو اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے کچھ کاغذ نکال کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ اور پھر وہ کاغذات انہوں نے ناصر کمال کی طرف بڑھا دیے۔

"یہ ہے وہ حماقت... جس نے تم لوگوں کو اس بیماری میں مبتلا کر دیا۔"

ناصر کمال نے بے دلی سے وہ کاغذات اُٹھائے اور پھر انہیں پڑھنے لگا... صاف نظر آ رہا تھا کہ جیسے جیسے وہ ان کاغذات کو پڑھتا جا رہا تھا... ویسے ویسے اس کے چہرے پر تاریکی چھاتی جا رہی تھی۔ نیم تاریک کمرے میں چہرے پر پھیلتی یہ تاریکی بہت عجیب تھی... کاغذات پڑھنے کے باوجود اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا... آخر خاموش اور تاریکی کے اس ماحول میں انسپکٹر جمشید کی آواز اُبھری:

"دراصل یہ سب لوگ جدی پشتی نوابوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں... وہ پورا گاؤں جہاں ان کی حویلی ہے... ان کے بزرگوں کی ملکیت تھا... لیکن ان کے بزرگوں نے وہ دولت اپنی جھوٹی شان قائم رکھنے کیلئے دونوں ہاتھوں سے لٹائی... اور یہ نوبت آ گئی کہ سب کچھ ختم ہونے کے قریب

آ گیا۔ ساری جائیداد بک گئی۔ گاؤں میں ان کی جاگیریں فروخت ہو گئیں
دوسری طرف زمینیں بکنے کی وجہ سے ان کی آمدنی بھی رک گئی...... اب یہ
پریشان ہوئے اور اس فکر میں لگے کہ کہاں سے اور کیسے دولت اکٹھی کی
جائے...... اور پھر شاید انہوں نے یا ان کے کسی بڑے نے یہ پڑھ لیا کہ گولڈ یعنی
سونا بنانے کا کوئی کیمیائی فارمولا بھی ہے...... تن آسانی اور لالچ نے اس ناقابل
عمل راستے کو آسان جانا...... لیکن غالباً زندگی نے اسے مہلت نہ دی اور یہ سلسلہ
نامکمل رہ گیا...... پھر غالباً ڈاکٹر ناصر کمال یا اس کے کسی بھائی کے ہاتھ وہ میگزین
لگ گیا جس میں یہ فارمولا درج تھا...... شاید یہ وہی ڈسکوری سائنس کا شمارہ تھا
جس کی تلاش میں ہم نیشنل لائبریری گئے تھے...... اس تجربے کے متعلق تو انہوں
نے پڑھ لیا لیکن یہ نہ جان سکے کہ اس کے نقصانات کیا کیا ہو سکتے تھے...... اس
تجربے میں خون کا استعمال بھی شامل تھا...... سونا بنانے کیلئے انہوں نے پہلے
اپنے ہی خون سے تجربات کئے اور کسی کیمیائی رد عمل کے سلسلے میں ان کا خون
ایک ناقابل شکست بکٹریا کا شکار ہو گیا اور اس کا رنگ نہ صرف نیلا پڑ گیا بلکہ بار
بار تبدیلی کی ضرورت کا محتاج ہو گیا...... اس کے بعد دولت کا لالچ کم نہ ہوا بلکہ اور
بڑھ گیا...... اب انہوں نے اپنے تجربات کیلئے دوسرے انسانوں کو اپنے
تجربات کی بھینٹ چڑھانا شروع کر دیا...... نتیجتاً خون تبدیل کر ڈالے گئے......

"لیکن اس پرانے کھنڈر کی اس متروک عبادت گاہ میں یہ کیوں
پائے گئے...... یہ یہاں کیوں آئے...... اس کھنڈر کا اس تجربے سے کیا تعلق
تھا......" فاروق نے ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا۔

"اگر تم توجہ سے وہ "ڈسکوری سائنس" والا آرٹیکل پڑھ لیتے تو یہ
سوال پوچھنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی...... خیر سنو...... وہ مضمون دراصل ایک
ایسے کیمیائی تجربے کے متعلق تھا جس کے ذریعے پرانے زمانے کے لوگ سونا
بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ مضمون نگار نے یہ فارمولا تحریر کرنے کے ساتھ
ساتھ اس فارمولے کا مذاق بھی اُڑایا تھا اور یہ بتایا تھا کہ اس طرح سونا بنانے
میں آج تک کوئی کامیاب نہیں ہوا...... لیکن ان لوگوں نے سوچا ہوگا کہ شاید ہم
کامیاب ہو جائیں...... اس فارمولے میں یہ درج ہے کہ جتنی مقدار کا سونا بنانا
ہوتا اتنی ہی مقدار کا سونا درکار تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ سونا بنانے کا یہ عمل
اماوس کی اندھیری ترین راتوں میں کرنا مفید سمجھا جاتا تھا...... اس مقصد کے
لئے انہوں نے آبادی سے دور ایک بھولی بسری عبادت گاہ کا انتخاب کیا
تھا...... اب یہ تو خود ڈاکٹر ناصر کمال ہی بتائیں گے کہ اس مقام کو اس نے کیسے
دریافت کیا۔ یہاں یقیناً پرانے وقتوں کے دیوتاؤں کو چڑھاوے کے طور پر
چڑھائے گئے سونے کا کافی ذخیرہ موجود ہوگا اور اس لالچ میں عبادت گاہ کے
پروہت بھی حصہ دار ہوں گے...... کیوں ڈاکٹر...... میں نے کچھ غلط تو نہیں
کہا......" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

ناصر کمال نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس کا مطلب ہے...... ہر چھ سات سال بعد تم لوگوں میں سے ہر
ایک کا خون تبدیل کیا جاتا رہا ہے۔"

"ہاں۔"

"اُف مالک... اس طرح تو تم نے نہ جانے کتنے لوگوں کو ہلاک کیا ہے... لیکن پھر اس مرتبہ کیا ہوا تھا... تمہارا مظلوم شکار ہمیں فون کرنے میں کیسے کامیاب ہو گیا۔"

"بس ہم اس کی اچھی طرح تلاشی نہ لے سکے... اور دوسری غلطی یہ ہوئی کہ ہم اسے بے ہوش خیال کر بیٹھے... اس طرح وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا... سرنج جو لگائی گئی تھی... وہ بھی کچھ صحیح نہیں لگی تھی... اس میں سے خون کے قطرات ٹپک پڑے..."

"اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ تمہیں تمہارے ظلم کا انجام ملنے کا وقت آ گیا تھا... اس سے پہلے تم جن لوگوں کا خون نکالتے رہے ہو... ان کے ساتھ کیا کرتے رہے؟"

"حویلی کے تہہ خانے میں ایک کنواں ہے... اس میں ڈالتے رہے ہیں۔"

"اُف مالک... اتنا ظلم... جی چاہتا ہے... تمہارے لیے کوئی ایسی سزا تجویز کی جائے کہ سن کر تمہاری روحیں کانپ اٹھیں... جائز اور سیدھا طریقہ یہ تھا کہ تم اپنا علاج کراتے... اگر مرض لاعلاج تھا تو صبر کرتے، یہ کیا طریقہ ہوا کہ اپنی جان بچانے کے لیے دوسروں کی زندگیاں چھیننے لگے..."

"آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ ہمارے مجرم یہاں اس پرانے کھنڈر کی عبادت گاہ میں ہو سکتے ہیں۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"حویلی خالی ہوئی تو ان لوگوں نے اپنا کام جاری رکھنے کے لیے اس

جگہ کو پسند کر لیا... اس سے پہلے یہ لوگ اپنا کام حویلی میں کرتے رہے ہوں گے... اس حویلی کو دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لیے انہوں نے آسیب کا چکر چلایا... "ڈسکوری سائنس" والا مضمون پڑھ کر میں نے جب غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ اس تجربے کیلئے اس سے بہتر جگہ کوئی نہیں ہو سکتی اور پھر اس کے بعد میں نے فوری طور پر خفیہ فورس کے ذریعے اس علاقے کی رپورٹ حاصل کی... تو معلوم ہوا کہ اس جنگل بیابان میں ناصر کمال وغیرہ کی آمد و رفت نوٹ کی گئی ہے۔ یہ ساری کارروائی چند گھنٹوں میں مکمل ہوئی... بس یہ ہے کل کہانی۔"

"اللہ کا شکر ہے... ورنہ ہم یونہی ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے... اور اپنے ہی ڈاکٹر لوگوں پر شک کر کر کے تھک جاتے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"جھکیں ہمارے دشمن... اب انہیں جھکنے کے سوا اور کام بھی کیا ہو گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی۔" محمود نے اسے گھورا۔

"اگر اس بات کی کوئی تک نہیں ہے تو پھر تم کسی بات کی تک اٹھا کر لاؤ۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"آپ نے سنا ابا جان... اب تک بھی ایسی چیز ہو گئی... جسے اٹھا کر لایا جائے... دھت تیرے کی۔" محمود جھلا اٹھا۔

"یہاں بھی ہمیں تک کی ایسی کیا ضرورت ہے... ہم بے تکے ہی

بھلے۔"

اس کی بات پر سب کو مسکرانا پڑ گیا۔

☆☆☆

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز کا تازہ ترین ناول

مجرم کا چہرہ

35/- روپے

☆ ملک میں ایک پراسرار آدمی کی آمد...... ☆ آئی جی صاحب کا انسپکٹر جمشید کو فون...... ☆ ان سب کی فوری طور پر دفتر میں طلبی...... ☆ آئی جی صاحب سخت پریشان...... ☆ انہوں نے اُس آدمی کے بارے میں ایک خوفناک بات بتائی...... ☆ انسپکٹر جمشید پارٹی دفتر سے آندھی طوفان کی طرح نکل پڑی...... ☆ آخر یہ ماجرا کیا ہے......؟ ☆☆ یہ جاننے کیلئے **یکم اپریل** کو اپنے قریبی بک اسٹال پر دھاوا بول دیں......